اشکِ دوام

ڈاکٹر سیّد ابوالحسن نقوی

انتساب

استادِ محترم
سید وحید الحسن ہاشمی کے نام

جن کو مرحوم لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے

فہرست

مرثیے

منقبت۔ نوحہ

آہ! سید وحید الحسن ہاشمی

میری کتاب اشاعت کے آخری مراحل میں تھی کہ لاہور سے خبر آئی کہ میرے مربی و مہربان وحیدِ دوراں، نامور شاعر، معروف ادیب اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مدح کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے والے سید وحید الحسن ہاشمی کا 20 رنومبر 2010ء کو انتقال ہو گیا ہے۔ دیارِ غیر میں بیٹھا اِس غم کی شدت کا اندازہ صرف میں ہی کر سکتا تھا کہ میں نے جب شاعری کا آغاز کیا تھا تو یہ محترم سید وحید الحسن ہاشمی کی شخصیت تھی جنہوں نے میری اِس میدان میں حوصلہ افزائی کی۔ میرے تمام تخلیقی سفر میں جتنے اچھے اشعار ہیں اور جن مرثیوں کو پذیرائی ملی وہ تمام کے تمام استاذِ محترم سید وحید الحسن ہاشمی کی رہنمائی کی بدولت صفحہ قرطاس پر پھیلے۔ محترم سید وحید الحسن ہاشمی سے جب بھی ملاقات ہوئی انہوں نے ہمیشہ ایک ہی بات کہی کہ بیٹا! اپنی شاعری کا مرکز و محور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خاندان کو بناؤ۔ تمہارا یہی عمل دنیا و آخرت میں نجات کا باعث بنے گا۔ اُس کے بعد میں نے یہ کوشش کی کہ استاذِ محترم کی ہدایت پر عمل کروں۔ سو اِس وقت یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کا ایک ایک لفظ استاذِ محترم سید وحید الحسن ہاشمی کی نظروں کے سامنے سے گزرا ہے اس اعتبار سے میرے لئے اشکِ دوام کی بہت اہمیت ہے کہ یہ کتاب محترم ہاشمی صاحب کی محبتوں کی دَین ہے۔

جس وقت میں یہ سطریں تحریر کر رہا ہوں ان کے انتقال کی وجہ سے میں غم کی شدت سے نڈھال ہوں سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ اپنے جذبات کا اظہار کیسے کروں؟ اتنے الفاظ رقم کرنے کے باوجود مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ سید وحید الحسن ہاشمی ہم سے بچھڑ گئے

ہیں وہ اگر چہ وجودی طور پر ہم سے دور چلے گئے لیکن اپنی یادوں اور زندہ رہنے والی شاعری کی صورت میں اُردو ادب کے نعتیہ اور رثائی ادب میں تابندہ رہیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کا شمار امام حسینؑ کے محبوں میں کرے۔ آمین۔

غم زدہ

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی

آئیرلینڈ

۲۰ رنومبر ۲۰۱۰ء

تاثرات

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی صاحب کی رثائی تصنیف

"اشکِ دوام" میرے مطالعے سے گزری اور اس تصنیف کا حرف حرف
میری نظروں سے گزر کر میرے دل میں اترتا چلا گیا۔ ابوالحسن نقوی صاحب
ایک ممتاز معروف اور باکمال شاعر ہیں۔ کوئی موضوع اُن پر
بند نہیں۔ لیکن رثائی شعر و ادب اُن کی اہم شناخت ہے۔ اس سے
قبل بھی اُن کی تصانیف، مضامین اور مقالات اہلِ ذوق سے خراجِ تحسین
وصول کر چکے ہیں۔ یہ ایک نیا نیّرِ تاباں ہے جو اُن کے آسمانِ تخلیق سے
طلوع ہو کر ہمارے دل و جاں کو منور کر رہا ہے۔ "اشکِ دوام"
میں سوز بھرے نوحے ہیں اور نیز مراثی ہیں۔ اُن کے یہاں
اسلوب میں بلاغت ہے اور فصاحت ہے۔ اُن کی معلومات وسیع ہیں
اور جامعیت کا مقام رکھتی ہیں۔ "اشکِ دوام" کا مطالعہ کیجے تو
کربلا کی تمام فضا تمام ماحول ہمارے سامنے مجسم ہو جاتا ہے۔
کربلا میں اہلِ حق کی عظمتِ کردار کا ایک ایک نقش اور اہلِ باطل
کے متعلق اعمال کا ایک ایک دھبہ ہماری نظروں سے گزرتا ہے۔
بہت خوبصورت، بہت خوب سیرت اور نہایت زندہ و پاکیزہ و تابندہ
تصنیف پر اور اُن کے اس اہم تخلیقی کارنامے پر اُنہیں
بے شمار مبارکباد۔

ڈاکٹر عاصی کرنالی

1/12/2010

عاصی کرنالی

مرثیہ نگاری اور ڈاکٹر ابوالحسن نقوی

شعروادب کی صنف مرثیہ نگاری کی تاریخ ہر عہد میں تروتازہ رہی ہے اور ادبی دنیا پر ہمیشہ اپنے مثبت اثرات چھوڑتی رہی ہے۔ مرثیہ کی صنف کو یہ خصوصیت حاصل رہی ہے کہ اس ادبی وشعری صنف نے ہر عہد کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالا، اپنے دور کے مجموعی تقاضوں کو اپنے اندر سمونے کی بلیغ کوشش کی۔ قیمتی اخلاقی، معاشرتی، اور مذہبی اقدار کو زندہ رکھا کہ عہد حاضر بھی اس سے مستفیر ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ امر واقعی ہے کہ میرؔ سے ڈاکٹر ابوالحسن نقوی تک ہر مرثیہ نگار نے شاہِ مدینہ نبی کریمؐ اور اُن کے خاندان آل پاک کی مدح سرائی کر کے اپنی عاقبت روشن کی ہے۔ کائناتِ ارضی پر تمام ثناخوان مصطفیٰؐ و آلِ مصطفیٰؐ آپؐ اور آپ کے آلؑ کے طفیل عزت و وقار کے ساتھ جگمگا رہے ہیں۔

ہم اُردو زبان کے معروف مرثیہ نگار جناب ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کا ذکر کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ملتان کے رہنے والے ہیں اور بیرونِ ملک ''آئرلینڈ'' میں رہائش پذیر میڈیکل کے شعبے سے وابستہ ہو کر خدمت خلق کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اس سے قبل دو شعری مجموعے نظ نواز ہوئے ہیں اور اب اُن کا یہ کام اُردو زبان، محبت محمدؐ و آل محمدؐ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ بیرو ملک رہ کر بھی اردو زبان و ادب سے اپنا قلبی تعلق جوڑے ہوئے ہیں۔

زیرِ نظر مجموعۂ مراثی ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کی صنفِ مرثیہ سے دلچسپی کا مظہر ہے۔ دراص واقعۂ کربلا کے فیض اور حب آلِ رسولؐ کی برکات کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔

علالت کے باعث میرے لئے لکھنا دشوار ہو رہا ہے۔ اس مجموعے کا تقاضا اور حق اِن چند سطور سے پورا نہیں ہوتا۔

پروفیسر حسین سحر

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کے مرثیوں میں عصری حسیّت

ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن

◆◆

دانش مند کہتے ہیں کہ شعروادب میں وہ اصناف ہمیشہ زندہ وتابندہ رہتی ہیں جو معاشرتی مقتضیات کا دھیان رکھیں۔ معاشرے کے بدلتے ہوئے رجحانات ومیلانات کو اپنے مزاج کا حصہ بنانے والی اصناف ہر عہد میں تروتازہ رہتی ہیں اور شعروادب پر اپنے مثبت اثرات مرتسم کرتی رہتی ہیں۔ اب شاعر کا کمال یہ ہے کہ وہ معاشرتی رویوں کو اُجاگر کرنے والی صنف کو محض تاریخ نہ بننے دے بلکہ اس کو ہر عہد کے جلال وجمال کا عکاس بنادے۔ مرثیہ کی صنف کو بھی یہ اختصاص حاصل ہے کہ اس نے ہر عہد کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو ہیئتی اور معنوی ہر دو اعتبار سے تبدیل کیا، اپنے عہد کے جملہ تقاضوں کو اپنے اندر سمونے کی بلیغ سعی کی اور ایسی گراں قدر اخلاقی و سماجی اقدار کو پیش کیا کہ آج ہمارا عہد مرثیاتی اشعار کی روشنی سے جگمگا رہا ہے۔

اردو کے تمام معتبر ناقدین نے مرثیہ کو ایک مشکل اور دشوار صنف قرار دیا ہے۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ ایک مرکب صنف سخن ہونے کے باعث مرثیہ بے شمار نزاکتوں کا حامل ہے۔ اس صنف کی مبادیات سے بے خبر ناقدین کا مؤقف یہ ہے کہ مرثیہ اس لیے قابلِ گردن زدنی ہے کہ اس کی غلوئی سطح الوہیت سے چھوجاتی ہے میرا واضح مؤقف یہ ہے کہ مبالغہ شعر کی قوت میں اضافے کا موجب بنتا ہے نیز الوہیت کی حدود انسانی تفہیم سے بالا ہے۔ اس صورتِ حال میں صنفِ مرثیہ سے مبالغہ کو خارج کرنے کا مشورہ دینے والے نافہم ناقدین کی فراست پر افسوس ہوتا ہے۔ جب یہ بات طے ہے کہ حضرات محمدؐ وآلِ محمدؐ کا مقام ومرتبہ انسانی تصور اور فراست سے بھی بالا ہے تو اس مقام کو الوہیت کی حدوں سے ملانے کا دعوے دار کون ہوسکتا ہے؟؟ محمدؐ واہلبیت محمدؐ کی حدوں کو دریافت کرلینے کے دعوے داروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابھی تو انسان نے مقامِ

غلامانِ محمدؐ کو نہیں پہچانا ہے۔ جو کج فہم انسان حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کا عرفان نہ کر سکے وہ عرفان محمدؐ و آل محمدؐ کا دعوے دار کیسے ہو سکتا ہے۔

نبیؐ کے وصف کا کرنے چلا ہے اندازہ
جسے خبر ہی نہیں ہے کہ بوذریؓ کیا ہے؟؟

سچی بات تو یہ ہے کہ قلی قطب شاہ سے لے کر **ڈاکٹر ابوالحسن نقوی** تک بلا تخصیص ہر مرثیہ نگار نے حضور اکرمؐ اور ان کے خانوادے کی مدح سرائی کر کے اپنی دنیا اور عاقبت کو سنوارا ہے۔ اگر کوئی مرثیہ نگار اوصاف اہلبیتؑ کے والہانہ اظہار کی کرامت جاننے کا متمنی ہے تو اسے علم ہونا چاہیے کہ آج اس کا نام محمدؐ و آل محمدؐ کی کرامت کے طفیل ہی زندہ، تابندہ اور پائندہ ہے۔

مجھ سے کیا ہوگی محمدؐ کی ثنا خوانی مگر
اس حوالے سے مجھے اپنی بقا درکار ہے

اردو میں صنف مرثیہ کو معتبر بنانے والوں میں ایک اہم نام **ڈاکٹر ابوالحسن نقوی** کا بھی ہے۔ وہ ولیوں کے شہر ملتان سے تعلق رکھتے ہیں تاہم آج کل آئرلینڈ میں مقیم ہیں اور طب کے شعبہ میں گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ امر امتنان کا باعث ہے کہ انہوں نے اپنے دیس سے انتہائی دور مقیم ہونے کے باوجود اردو زبان و ادب سے اپنا قلبی تعلق قائم رکھا ہے۔ اردو شعر و ادب سے ان کی والہانہ شیفتگی دیکھتے ہوئے ہم انہیں آئرلینڈ میں ''اردو شعر و ادب کا سفیر'' قرار دے سکتے ہیں۔ زیر مطالعہ مجموعۂ مراثی سے قبل ان کے دو شعری مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر صاحبانِ دانش سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

زیرِ مطالعہ مجموعۂ مراثی ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کی صنفِ مرثیہ سے بے پناہ دلچسپی کا مظہر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ موصوف نے اس صنف کا انتخاب محض اخروی ثواب کے لیے نہیں کیا بلکہ جملہ فنی تقاضوں کو پیشِ نظر رکھا اور اس صنف کو فکری و فنی اعتبار سے وہ مرتبہ عطا کیا کہ آج یہ صنف دوسری اصناف کے مقابل کھڑی ہے اور واقعۂ کربلا کے فیض سے یہ صنف سب سے بڑی فتح کا نقارہ بن چکی ہے۔

کربلا جس کی بلندی ہے وہ مینارہ ہے

مرثیہ سب سے بڑی فتح کا نقارہ ہے

ڈاکٹر ابوالحسن نے ہنوز درج ذیل مراثی تخلیق کیے ہیں۔

◆ پہلا مرثیہ

۱۔ نام مرثیہ	جنابِ فاطمہ
۲۔ کل بند	۴۶
۳۔ مطلع	ع بعثت سے پہلے بگڑا ہوا تھا سبھی نظام
۴۔ موضوع	حضور اکرمؐ کی آمد سے قبل عرب معاشرے میں عورت کی مفلوک الحالی اور ناقدری۔ حضرت فاطمہؑ کی دنیا میں تشریف آوری اور عورت کی عزت و حرمت میں اضافہ۔ کربلا کے میدان میں جناب فاطمہؑ کے خاندان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا دردناک بیان۔

◆ دوسرا مرثیہ

۱۔ نام مرثیہ	قیامِ حسینؑ
۲۔ کل بند	۵۲
۳۔ مطلع	ع بغضِ علیؑ ملوکیتِ وقت چھا گئی
۴۔ موضوع	حضور اکرمؐ کی رحلت کے بعد مسلمانوں کا اہلبیتؑ کے ساتھ افسوس ناک رویہ۔ یزید بن معاویہ کا شیطانی پیکر میں ظاہر ہونا۔ امام عالی مقامؑ کا صبر و استقامت کے ساتھ یزید کو شکست فاش دے کر دین اسلام کا بھرم قائم رکھنا۔

◆ تیسرا مرثیہ

ا۔ نام مرثیہ	عصمت مآب سیّدہ زینبؑ
۲۔ کل بند	۵۱
۳۔ مطلع	ع عورت کو خلق جب کیا رب کریم نے
۴۔ موضوع	عورت کی عظمت، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا ماں بیوی اور بیٹی کے روپ میں ظاہر ہونا اور اپنی سیرت و کردار کے امٹ نقوش ثبت کرنا۔ کربلا کے میدان میں بی بی زینبؑ کا لافانی کردار اور جرأت مندانہ اقدامات۔

◆ چوتھا مرثیہ

ا۔ نام مرثیہ	العباسؑ
۲۔ کل بند	۵۷
۳۔ مطلع	ع سچ ہے ازل کے دن ہی سے ہے خودغرض بشر
۴۔ موضوع	ایثار کی فضیلت و اہمیت۔ کربلا کے میدان میں حضرت عباس علمبردار کی ایثار و محبت کی لازوال داستان رقم کرنا۔

◆ پانچواں مرثیہ

ا۔ نام مرثیہ	حضرت علی اکبرؑ
۲۔ کل بند	۴۶
۳۔ مطلع	ع ماں باپ کی دعاؤں کا اولاد ہے ثمر
۴۔ موضوع	حضرت علی اکبر علیہ السلام کے فضائل اور میدان کربلا میں ان پر ڈھائے جانے والے دردناک مظالم اور ان کے اثرات

◆ چھٹا مرثیہ

۱۔ نام مرثیہ — سیّدہ سکینہ بنت الحسینؑ

۲۔ کل بند — ۵۸

۳۔ مطلع — ع عالم میں بنی صبر کا معیار تری ذات

۴۔ موضوع — حضرت امام حسینؑ کی چھوٹی صاحبزادی بی بی سکینہؑ کی سیرت و کردار کے نمایاں محاسن اور کربلا کے میدان میں ان پر ڈھائے جانے والے دردناک مظالم کی المناک داستان۔

◆ ساتواں مرثیہ

۱۔ نام مرثیہ — حضرت علی اصغرؑ

۲۔ کل بند — ۴۱

۳۔ مطلع — ع انسان ہے غریب تو دولت کی ہے طلب

۴۔ موضوع — عصرِ حاضر کے انسان کی خستہ حالی اور اس سے تدارک کے لیے راہِ عمل۔ کربلا کے میدان میں حضرت علی اصغرؑ کی جرأت مندانہ جنگ اور دشمنوں کو شکستِ فاش

◆ منقبت

۱۔ نام منقبت — یا صاحب الزمانؑ

۲۔ کل بند — ۵۶

۳۔ مطلع — ع سجدہ ہے آدمی کی عبادت کا افتخار

۴۔ موضوع — سجدہ کی اہمیت۔ امام آخرالزمانؑ سے کربلا والوں کا پرسہ۔ موجودہ ابتر صورتِ حال میں امامؑ زمانہ سے دنیا میں تشریف آوری کی التجا

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کے درج بالا آٹھوں مرثیوں کو زیور طبع سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ اُمید ہے کہ ان کا یہ مرثیاتی سفر اسی آب وتاب سے جاری رہے گا۔ اب ذیل میں ان مرثیوں کے حوالے سے چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی ایک حساس ذہن کے مالک ہیں۔ وہ بدلتے ہوئے معاشرتی حالات سے دل گرفتہ ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے مرثیوں میں معاشرتی کشمکش، سماجی ناانصافی، عدم مساوات، بے جا ظلم وتمرد، سماجی اقدار کی بدحالی اور اخلاقی قدروں کی زبوں حالی کا بیان تواتر سے ہوا ہے۔ وہ عہدِ جدید کے انسان کی ذہنی اور فکری بدحالی کا رونا روتے ہیں اور اسے حیوان اور شیطان سے بھی کمتر قرار دیتے ہیں۔

انسان دورِ نو کا ہے حیواں سے بھی رذیل
بے رہ روی کا روگ ہے سرطاں سے بھی رذیل
بدکار و بدنسب کی ہے وہ جاں سے بھی رذیل
شیطاں کی پیروی میں ہے شیطاں سے بھی رذیل
انساں کو اس رویے پہ انسان کیوں کہوں
شیطاں سے بھی برا ہو تو شیطان کیوں کہوں

(مرثیہ حضرت علی اصغر)

عصرِ حاضر کا انسان جہاں ایک طرف اخلاقی طور پر تباہ حال ہو چکا ہے وہاں دوسری جانب اس معاشی بحر کس بھی نکل گیا ہے۔ ڈاکٹر ابوالحسن نقوی ایک جہاں دیدہ دانش ور کی طرح صورت حال کا عمیق نگاہی سے تجزیہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مسلمانوں کی تباہی میں جہاں ایک جانب عالمگیر سازشوں کا کردار ہے وہاں دوسری جانب مسلمان خود اپنی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ یہ امر انتہائی ملال انگیز ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے نام پر قتل وغارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اب صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ اسلام کی خاطر جان لینے والے تو سرگرم ہیں لیکن حق کی سرفرازی کے لیے اپنی جان قربان کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

بازار قتل گرم ہے مذہب کے نام پر
خودکش دھماکے ہوتے ہیں ہر ایک گام پر
اٹھنے لگی ہیں انگلیاں حق کے نظام پر
قبلہ نہیں رہا یہاں اپنے مقام پر
مظلوم کے لیے نہیں کوئی جو، اب لڑے
حق کے لیے نہیں کوئی نیزے پہ جو چڑھے

(منقبت یا صاحب الزمانؑ)

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی ایک وسیع تناظر کے حامل تخلیق کار ہیں۔ یورپ میں قیام کے دوران انہوں نے علامہ اقبال کی طرح مغربی معاشرے کے منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں کا عمیق نگاہی سے مطالعہ کیا ہے۔ اہلِ یورپ کل کی طرح آج بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ یہ امر انتہائی الم ناک ہے کہ بھولے بھالے مسلمانوں نے مغربی سامراج کو اپنا ماڈل بنالیا ہے اور اہلِ یورپ نے ان کم فہم مسلمانوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر ہوا وہوس کے جال میں جکڑ لیا ہے۔ ڈاکٹر نقوی اس صورتِ حال سے کبیدہ خاطر ہیں اور انہیں احساس ہے کہ مسلمانوں نے ایک جانب تو اسلامی تہذیب وثقافت سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے اور دوسری جانب اسلامی تعلیمات ان کے لیے بے معنی ہوگئی ہیں۔ ڈاکٹر نقوی اس صورتِ حال پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

لالچ مرض وہ ہے نہیں جس کا کوئی علاج
مسجود سب کا بن گیا عالم میں سامراج
کچھ اس طرح بگڑ گیا مسلم ترا سماج
غیر خدا کو سجدہ بنا ہے ترا رواج
خم ہے جبین، ظلم کی یلغار دیکھ کر
سر جھک رہے ہیں جبر کی دستار دیکھ کر

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمان کسی بھی صورت میں راہ راست پر آسکتے ہیں......؟؟؟
ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کا موقف یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے زوال کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ

انہوں نے اپنے اسلاف کی شاندار اور روشن روایات سے قطع نظر کر لیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مسلمان ظاہری عبادات میں تو مصروف ہیں لیکن اخلاص کی کمی کے باعث ان کی دعائیں بے اثر ہو گئی ہیں۔ وہ خود استفسار کرتے ہیں۔

قران بھی وہی ہے تلاوت بھی ہے وہی
روزہ بھی ہے نماز کی عادت بھی ہے وہی
اصحابِ باوفا سے عقیدت بھی ہے وہی
کچھ کچھ نبیؐ پاک کی سنت بھی ہے وہی
پھر کیا نہیں ہے آج جو اُمت ذلیل ہے
اسلام کے وقار کی کوئی سبیل ہے؟

(منقبت یا صاحب الزمانؑ)

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی حالات کی یورش سے دل گرفتہ ضرور ہیں لیکن نا امید نہیں۔ انہیں واثق یقین ہے کہ زمانہ ایک مرتبہ پھر حق کی جانب رجوع کرے گا اور اہلِ اسلام محمدؐ و آل محمدؐ کی تعلیمات سے بہرہ مند ہو کر پوری دنیا پر حکمران ہو جائیں گے اور

مظلوم سر اٹھا کے جئیں گے سکون سے
مل جائے گی نجات خرد کو جنون سے
ناحق نہ بھر سکے گا کوئی ہاتھ خون سے
ٹکرا سکے گا کوئی نہ دیں کے ستون سے
ذلت میں گر کے پھر سے سنبھل جائے گا
لالچ کی زندگی سے نکل جائے گا بشر

(منقبت یا صاحب الزمانؑ)

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کے تمام مراثی جلیل القدر شخصیات کی سیرت و کردار کی عکاسی کرتے ہیں۔ دانش ور کہتے ہیں کہ جب کوئی معاشرہ روبہ زوال ہوتا ہے تو اس میں سے سیرت و کردار کے علمبردار نمونے (Hero) غائب ہو جاتے ہیں اور ہر شخص بزعمِ خود قابلِ تقلید نمونہ (Road Model) بن جاتا ہے۔ ڈاکٹر نقوی نے اپنے مرثیوں میں شعوری طور پر ان شخصیات کو

موضوع بنایا ہے جو ہم سب کے لیے لائق تقلید و تکریم ہیں۔ جناب فاطمہؑ، حضرت امام حسینؑ، بی بی زینبؑ، حضرت عباس علمبردارؑ، حضرت علی اکبرؑ، بی بی سکینہؑ، حضرت علی اصغرؑ اور امام زمانہ حضرت امام مہدیؑ میں سے ہر فرد عظمت کا کوہسار اور ہدایت کی آبشار ہے۔ حضرت فاطمہؑ، حضرت زینبؑ اور بی بی سکینہ عصر حاضر کی خواتین کے لیے حسنِ اخلاق کا بہترین نمونہ ہیں۔ حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ مردانِ باصفا کے لیے سرچشمۂ رشد و ہدایت ہیں۔ حضرت علی اکبرؑ نوجوانوں اور حضرت علی اصغرؑ بچوں کے لیے نمونۂ حیات ہیں۔ ڈاکٹر نقوی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ہر فرد کی سیرت کو اتنے مؤثر انداز میں اُجاگر کیا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے اور عام انسان دنیا اور دین میں اُن کی تقلید کو اپنے لئے باعث فخر محسوس کرتا ہے۔ آپ ان کے مختلف مرثیوں کے صرف تین بند ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیے کہ انہوں نے کتنی دانائی اور ہوشیاری سے ہر شخصیت کے خدوخال اُجاگر کیے ہیں اور ہر بند اپنے اندر ایک عہد آفریں پیغام بھی سموئے ہوئے ہے۔

زہراؑ نے تربیت کا وہ معیار دے دیا
ماؤں کو اک نمونۂ کردار دے دیا
عورت کے دل کو جذبۂ ایثار دے دیا
مظلوم کو حسینؑ سا سالار دے دیا

آ جائے گا جو چادر زہراؑ کی چھاؤں میں
لغزش نہ ہو گی ایسے مسلماں کے پاؤں میں

(مرثیہ جناب فاطمہؑ)

پانی کے ساتھ جس نے لہو بھی بہا دیا
عباسؑ نے وفا کا قرینہ سکھا دیا
ہر مفلسِ جہاں کو تونگر بنا دیا
قطرے کو معجزے سے سمندر بنا دیا

باطل کو مومنوں سے کدورت ہے آج بھی
عباسؑ کے عمل کی ضرورت ہے آج بھی

(مرثیہ العباسؑ)

گوہر ہے یہ حسینؑ امامت کے تاج کا
اصغرؑ سے ہے مقابلہ ظالم سماج کا
اب آ گیا سوال رسالتؐ کی لاج کا
بچے کو بھی تھا علم شہِ دیںؑ کے راج کا
دشمن پہ پہلے ہاتھ اٹھاتے نہیں ہیں یہ
میداں میں جا کے پشت دکھاتے نہیں ہیں یہ

(مرثیہ حضرت علی اصغرؑ)

خدائے سخن میر ببر علی انیس نے کہا تھا کہ ''مرثیہ درد کی باتوں سے نہ خالی ہووے''۔ ڈاکٹر نقوی نے انیس کے اس مشورے پر کماحقہٗ عمل کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے مرثیوں کی تمہیدات مختصر ہوتی ہیں۔ تاہم آغاز ہی سے ان کی فضا حزنیہ ہوتی ہے۔ شاعرِ حسینیت حضرت قیصر بارہوی کی طرح ڈاکٹر نقوی بھی اپنے مرثیوں میں حزن و ملال کی کئی سطحیں پوشیدہ کر دیتے ہیں اور قاری جیسے جیسے مرثیے کے اختتام کے قریب پہنچتا ہے اسکی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹر نقوی کے تمام مرثیوں میں آپ کو حق و باطل کی ایک آویزش ملے گی۔ اس کشمکش میں آخری فتح حق کی ہوتی ہے اور اس دوران قاری جن الم انگیز کیفیات سے گزرتا ہے وہ بجائے خود ایک ''معرکہ'' ہے۔ اس طرزِ عمل کے دوران اس کا نفسی تزکیہ ہو جاتا ہے اور آنسو بہنے سے دل کی طہارت بھی ہو جاتی ہے۔ آپ ان کے مختلف مرثیوں کے چند بند ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیے کہ ابوالحسن نقوی ماحول اور لفظیات سے کس طرح رقت آمیزی پیدا کرتے ہیں:

اصغرؑ کو گرم ریت پہ شہؑ نے لٹایا ہائے
ہاتھوں سے اپنی ننھی لحد کو بنایا ہائے
پھر خوں ٹپکتے جامے میں اس کو اٹھایا ہائے
پھر قبلہ رو لحد میں اسے خود سلایا ہائے
جب اپنا لعل دشت میں دفناتے تھے حسینؑ
غم سے بہت نڈھال نظر آتے تھے حسینؑ

(مرثیہ حضرت علی اصغرؑ)

ہاتھ اپنے رسن بستہ ہیں آپ آ کے چھڑائیں
جس طرح بلاتے تھے مجھے پھر سے بلائیں
نیند آتی ہے سینے پہ مجھے پھر سے سلائیں
میں تھک گئی آ کر مجھے گودی میں اٹھائیں

ہرگز نہ بغیر آپ کے گھر جاؤں گی بابا
گر آپ نہ آئے تو میں مر جاؤں گی بابا

(مرثیہ سیدہ سکینہ بنت الحسین)

مقتل کو گرتے پڑتے شہِ بحر و بر چلے
بیٹے کو دیکھنے کے لیے نوحہ گر چلے
طاقت نہ تھی بدن میں شہِ دیں مگر چلے
میدان سے اٹھانے کو لاشِ پسر چلے

فرماتے تھے صدا تو سناؤ مرے پسر
تم کس جگہ پڑے ہو بتاؤ مرے پسر

(مرثیہ حضرت علی اکبرؑ)

جب قافلہ رواں ہوا کرب و بلا سے آہ
زینبؑ نے غم زدوں کو دیے ہیں دلاسے آہ
بچوں کو وہ بچاتی تھی تپتی ہوا سے آہ
شکوہ کیا نہ رنج و الم میں خدا سے آہ

مشکل میں دینِ حق کی نگہبان بن گئی
مظلومیت کی فتح کی پہچان بن گئی

(مرثیہ عصمت مآب سیّدہ زینبؑ)

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کا اسلوبِ بیان انتہائی سادہ، سلیس اور سریع الاثر ہے۔ وہ دل کی بات قارئین کے دلوں تک پہنچانے کے متمنی ہوتے ہیں اور اسی باعث ان کا اسلوب عام فہم ہوتا ہے۔ لفظ شناس ہونے کے باعث وہ اپنے مرثیوں میں خوامخواہ دقیق یا گنجلک الفاظ استعمال کرنے کی کاوش ہی نہیں کرتے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک فکری روشنی ہے جو ہمارے قلب و اذہان کو منور کرتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر نقوی نے صنائع بدائع اور تشبیہات و استعارات کا برمحل استعمال بھی کیا ہے۔ ان کے مرثیوں میں مستعملہ تراکیب و مرکبات بھی ان کے شعری ذوق اور لفظ شناسی پر دال ہیں۔ آپ ان کے مرثیوں میں استعمال ہونے والی چند اہم تراکیب و مرکبات ملاحظہ فرمایئے

فخرِ کردگار، ضربِ ذوالفقار، نطقِ خدا، بازارِ قتل، وارثِ قران، سینۂ مومن، خلقِ خدا، دلدل سوار، گلشنِ زہرا، بادۂ ولایتِ حیدر، فکرِ حسینؑ، حاملِ قران، ذکرِ حسینؑ، عظمتِ انسان، اشکِ عزا، فرشِ عزا، دشتِ بلا، کنبۂ سادات، شہِ خستہ جگر، نورِ عین، اہلِ حرم، معراجِ صبر، زینبِ مسم کلمۂ فریاد، جاہ و حشم، نوکِ سناں، دامنِ معصوم، عترتِ اطہار، سالارِ قافلہ، چہرۂ اقدس، یومِ عزا، دو پُرملال، صاحبِ زماں، پیامِ محبت، برسرِ پیکار، نوکِ سناں، عیش و طرب، منزلِ یقین، لطف و فضلِ رب، طرزِ جہاد، توقیرِ کائنات، رحلِ پاک، فوجِ شریر، کفارِ کربلا، فوجِ اشقیا، طفلِ امام، چشمِ تر، خیامِ شہؑ، روحِ بابؑ، گردنِ صغیر، داورِ محشر، اذنِ جہاد، شہِ اُمم، تیرِ ستمگر، سوئے خُلد، سلطانِ کائنات، آرائشِ وفا، آبِ خنک، دشتِ قتال، پارۂ جگر، آفتابِ دشت، پرچمِ عباس، مثلِ ناطق قرآن، سرزمین، لشکرِ بد، مرگِ جواں، روزِ حشر، شہِ خوش خصال، چشمِ کرم، باغِ امامت، لشکرِ جفا، سیاہِ شام، آثارِ مرگ، چشمِ فلک، شمعِ خلوص، میرِ کارواں، نورِ نظر، رشکِ قمر، پیکرِ انوار، حیاتِ ابدی، شامِ غریباں، ساقیِ کوثر، منظرِ حسرت، توقیرِ رسالت، ویرانیِ صحرا، دیدۂ تر، سرِ انور، گوہرِ نایاب، خوفِ کنیزی، جانبِ زنداں، دیدۂ گریاں، عرصۂ آزار، لختِ جگر شاہِ مدینہ، سرِ دشت، حرص و ہوس، خصلتِ ایثار، حبِ علم دار، نارِ یزیدی، قبضۂ شمشیر، آرائشِ وفا، مفلسِ جہاں، درد و ہجر، اذنِ جہاد، پسِ پردہ، اذنِ آب، اہلِ ستم، دستِ وفا، طاقتِ کمر، سیدِ والا، فرشِ خاک، ہنگامِ عصر، صبر و رضا،

اہل وعیال، دشتِ بلا، زیرِ تیغ، منبعِ ایثار، اہلِ شقاوت، لشکرِ باطل، رسمِ عزائی، زیب وزین، مارِ آستیں، توقیرِ کائنات، خوفِ خدا، علم وعمل، دستِ دراز، موجِ جفا، مکروفریب وظلم، زیرِ عتاب، خانۂ بتولؑ، فکرونظر، باعثِ تذلیل، نارِ ہوس، مسندِ اسلام، مدِّ نظر، حفاظتِ امت، بقائے دینِ محمدؐ، بہرِ نجات، قصدِ جنگ، رشکِ قمر، دشتِ مصیبت، سیاہِ فکر یزیدی، تصویرِ حق، گریۂ مادر، دشتِ بلا، توحیدِ کبریائی، شترِ بے مہار، بحرِ بیکراں، شکرِ خدا، نمونۂ کردار، جودوکرم، پارۂ جگر، نمونۂ کردار، جذبۂ ایثار، انجامِ زندگی، پیشِ نگاہ، فرطِ الم، نورِ عین، دشتِ پُر فغاں، عصمتِ خدا، تسبیحِ کردگار وغیرہ وغیرہ۔اسی طرح درج ذیل اشعار میں موجود محاسن شعری بھی دیکھ لیجیے۔

صنعت تضاد

عالم کو آشتی سے بھرے گا علیؑ کا لال
کچھ روز میں عروج میں ڈھل جائے گا زوال

محاورہ

مظلوم سر اٹھا کے جئیں گے سکون سے
مل جائے گی نجات خرد کو جنون سے

تشبیہ

چہرے سے اس کے پنجتنی نور ہے عیاں
لب ہیں کماں کی طرح سے اور تیر ہے زباں

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی نے جہاں اپنے مرثیوں کو فکری اعتبار سے زرخیز کرنے کی مشکور سعی کی ہے وہاں ان مراثی کا اسلوبیاتی مطالعہ بھی بے حد دلچسپ ہے۔مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر نقوی کا اسلوبِ مرثیہ قابلِ توجہ اور لائق مطالعہ ہے۔

اس معروضے کے آغاز میں راقم الحروف نے یہ مؤقف اختیار کیا تھا کہ وہ اصناف جو اپنے عہد کے تقاضوں سے منسلک رہتی ہیں چشم معتبر میں جگہ پاتی ہیں اور ان اصناف

سے تعلق رکھنے والے احباب شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار کے حقدار ہو جاتے ہیں۔ یہ بات انتہائی امتنان کا باعث ہے کہ ڈاکٹر ابوالحسن نقوی نے صنفِ مرثیہ سے اپنا ناتا جوڑ لیا ہے۔ اب قوی اُمید ہے کہ وہ صاحبانِ فہم و ذکا کی چشمِ معتبر میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ انہوں نے اپنے مرثیوں میں جس طرح اپنے معاشرتی رویوں کو جگہ دی ہے اور حقیقی اسلامی تہذیب و ثقافت کو محفوظ کرنے کی بلیغ سعی کی ہے اس کی جتنی بھی مدح سرائی کی جائے کم ہے۔ اُمید واثق ہے کہ ڈاکٹر ابوالحسن نقوی پاکستان سے دور ہونے کے باوجود اُردو زبان اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے اسی طرح منسلک رہیں گے اور اپنے شعری افکار سے ہمارے قلوب و اذہان کو معطر کرتے رہیں گے۔ اسی طرح ڈاکٹر نقوی کی محمدؐ و آلِ محمدؐ سے والہانہ عقیدت و بے پناہ محبت کے ثمرات مرثیوں کی شکل میں ہمارے لیے غذائے فکری فراہم کرنے کا سبب بنتے رہیں گے اور ہم ڈاکٹر نقوی کی آواز میں آواز ملا کر اعلان کریں گے کہ۔

قطرے کو اس نظر سے سمندر بنا دیا
میرا تو ان کے در نے مقدر بنا دیا

ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن

۲۷۔اکتوبر ۲۰۱۰ء

۳۵۲۔ایف رحمان پورہ، اچھرہ، لاہور
موبائل : ۰۳۳۳۔۴۲۵۵۱۵۳
drshabihulhasan@gmail.com

ترانہ

بڑھے چلو بڑھے چلو
بڑھے چلو علم لیے
فاطمہؑ کے لال کا غم لیے

بڑھے چلو بڑھے چلو

یہ کارواں رکے نہیں
کسی کا دل دکھے نہیں
یہ کٹ تو جائیں سر مگر
علم کبھی جھکے نہیں

یزیدیت سے ہر محاذِ جنگ پر لڑے چلو
بڑھے چلو بڑھے چلو

ہمارا یہ اصول ہے
کہ موت تو قبول ہے
جو ذکر پنجتنؑ نہ ہو
تو زندگی فضول ہے

یزیدیت سے ہر محاذِ جنگ پر لڑے چلو
بڑھے چلو بڑھے چلو

بجھا دو سب کی تشنگی
مٹا دو ساری تیرگی
جب آئیں پیش مشکلیں
تو دو صدا علیؑ علیؑ

یزیدیت سے ہر محاذِ جنگ پر لڑے چلو
بڑھے چلو بڑھے چلو

عمل کے ساتھ زندگی
حسینیت سے آگہی
اگر حسینؑ ساتھ ہے
تو حق پہ ہو گا آدمی

یزیدیت سے ہر محاذِ جنگ پر لڑے چلو
بڑھے چلو بڑھے چلو

حسینؑ کی جو بات ہے
وہ باعث نجات ہے
خدا کا دین آج ہے
تو شاہ دیں کا ہاتھ ہے

یزیدیت سے ہر محاذِ جنگ پر لڑے چلو
بڑھے چلو بڑھے چلو

جو کربلا کا باب ہے
وہ درسِ انقلاب ہے
جہاں کے ہر یزید کا
حسینؑ ہی جواب ہے

یزیدیت سے ہر محاذِ جنگ پر لڑے چلو
بڑھے چلو بڑھے چلو

عزائے تشنہ کام ہے
یہ باعثِ دوام ہے
جو حق پہ ہے کھڑا ہوا
حسینؑ کا غلام ہے

یزیدیت سے ہر محاذِ جنگ پر لڑے چلو
بڑھے چلو بڑھے چلو

زمانہ آزمائے گا
یزید سر اُٹھائے گا
خدا کے دین کے لئے
علیؑ کا لال آئے گا

یزیدیت سے ہر محاذِ جنگ پر لڑے چلو
بڑھے چلو بڑھے چلو

سوز

ماہِ محرم

نظر جو چاند محرم کا ہم کو آتا ہے
کہانی کرب و بلا کی ہمیں سناتا ہے
حسینؑ کون تھے دنیا کو یہ بتاتا ہے
یہ شہ کے ماننے والوں کو خوں رلاتا ہے
لگی تھیں ٹھیس امامت کے آبگینے میں
لٹا تھا فاطمہؑ کا گھر اسی مہینے میں

اے چاند ماہِ محرم کے یاد ہو گا تجھے
کہ کربلا کے بیاباں میں اہلبیت لٹے
سروں سے چھن گئی چادر خیامِ شاہ جلے
لب فرات علیؑ کے پسر کے ہاتھ کٹے
بتا وہ کون تھی دیں کر دیا امر جس نے
نثار بھائی پہ بچوں کر دیا جس نے

سوز

حضرت حُر علیہ السلام

جناب حرؑ جو برائے معافی جانے لگے
جری بہت تھے مگر پاؤں ڈگمگانے لگے
کچھ اس قدر تھے وہ شرمندہ منہ چھپانے لگے
پسر کو اپنے یہ رو رو کے وہ سنانے لگے

کہیں نہ پھیرلیں منہ دل میں ہے مرے وسواس
یہ ہاتھ باندھ کے لے چل علیؑ کے لال کے پاس

ادھر حسینؑ نے دیکھا جو حرؑ کو آتے ہوئے
جری کو فرط ندامت سے سر جھکاتے ہوئے
علیؑ کے لال بڑھے آپ مسکراتے ہوئے
کہا حسینؑ نے سینے سے پھر لگاتے ہوئے

اے حرؑ ترا چلا آنا یہاں پہ کافی ہے
نبیؐ کی آل کی جانب سے جا معافی ہے

سوز

پسران حضرت زینبؑ

جب ہوئے خون میں غلطان پسر زینبؑ کے
چھپ گئے شام کے بادل میں قمر زینبؑ کے
دیں کے کام آ گئے جب نورِ نظر زینبؑ کے
اب بھی آنکھوں میں نہیں اشک مگر زینبؑ کے
شکر ہے زندہ ہے حیدرؑ کا ابھی نورِ عین
گو پسر جا چکے لیکن ابھی باقی ہے حسینؑ

یہ ہے فریاد مدد کیجیے مرے بابا
گھر گیا دشمنوں میں آپ کا پیارا بیٹا
اس بھری دنیا میں شبیرؑ ہوئے ہیں تنہا
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھن جائے مرے سر سے ردا
ناتواں ہو گئے شبیرؑ سنبھالیں آ کر
اپنے اس لال کو خنجر سے بچا لیں آ کر

سوز

حضرت قاسمؑ

حسینؑ لاش جو قاسمؑ کی باندھ کر لائے
حسنؑ کے لال کے ٹکڑے عبا میں بھر لائے
جواں کو خون کی مہندی لگا کے گھر لائے
دلہن کے واسطے وہ موت کی خبر لائے
کہا حرم سے کہ مت کھولنا ابھی چادر
کھڑی ہے قاسمؑ ناشاد کی یہیں مادر

میں کس طرح سے سناؤں بہت بری ہے خبر
سنو کہ چھپ گیا بادل میں مجتبیٰؑ کا قمر
ہوا ہے گھوڑوں سے پامال قاسمؑ مضطر
پڑا وہ صدمہ کہ چھلنی ہوا ہے میرا جگر
ہوا یقین کہ اب قتل ہم بھی ہوویں گے
ہماری لاش پہ بھی سب عزیز روویں گے

سوز

حضرت علی اکبرؑ

حسینؑ رن میں جو لاشِ پسر اٹھانے لگے

جگر تڑپنے لگا ہاتھ تھرتھرانے لگے

علی کے لال کے پاؤں بھی ڈگمگانے لگے

نہر کی سمت نظر ڈال کر سنانے لگے

میَں کر چکا ہوں اے عباسؑ اب تلاش پہ

کہاں ہو تم کہ نہیں اٹھتی بھائی لاشِ !

کوئی نہیں ہے مددگار اب حسینؑ کے پاس

میَں ہر طرف سے ہوا ہوں اے بھائی اب بے آس

علیؑ کے لال ہو میری مدد کرو عباسؑ

مجھے بہن کی طرف سے ہے دل میں یہ وسواس

وہ خیمہ گاہ سے سن کر صدا نہ آ جائے

علیؑ کی بیٹی کہیں بے رِدا نہ آ جائے

سوز

حضرت علی اصغرؑ

حسینؑ جھولے سے اصغرؑ کو جب اٹھا لائے
بچا تھا خیمے میں جو کچھ وہ سب اٹھا لائے
وہ شیر خوار جو تھا جاں بلب اٹھا لائے
وہ ماں کی گود سے اک تشنہ لب اُٹھا لائے
بڑے ہی صبر سے ماں نے جگر سنبھالا ہے
ربابؑ نے اسے پہلے پہل نکالا ہے

سوز

حضرت عباس علمدارؑ

دریا کنارے شہ کا علمدارؑ مر گیا
روتے ہیں شاہ ان کا وفادار مر گیا
شیر خدا کی فوج کا سالار مر گیا
جو اذنِ جنگ کا تھا طلبگار مر گیا
آنسو بہاتی پیاسوں کی تقدیر رہ گئی
خیمے کے در پہ زینبؑ دلگیر رہ گئی

آثار بے ردائی زینبؑ عیاں ہوئے
وہ بی بی بچے بھائی بھتیجے کہاں ہوئے
بدلی میں کربلا کی ستارے نہاں ہوئے
لاشیں اُٹھا کے ابنِ علیؑ ناتواں ہوئے
غازیؑ کے بعد کون علم کو اٹھائے گا
بچوں کو ظالموں کے ستم سے بچائے گا

سوز

حضرت عباس علمدارؑ

حسینؑ بھائی کے لاشے پہ نہر پر پہنچے
کمر شکستہ زبوں حال چشم تر پہنچے
شکستہ حال تھے امداد کو مگر پہنچے
وہ ہاتھ اکبرؑ ذیشاں کا تھام کر پہنچے
پکارتے تھے وہ صدمہ جگر پہ پایا ہے
اٹھو اے حیدرؑ ثانی حسینؑ آیا ہے

میں آیا تم نہیں اٹھے اے میرے شیر جواں
نہیں ہے دیکھنا اس حال میں تمہیں آساں
گرے ہیں کٹ کے ترے ہاتھ میرے شیر جواں
سہارا دے کے ہمیں لائے اکبر ذیشاں
حسینؑ تھے ابھی مشغول ان سے باتوں میں
کہ دم نکل گیا بھائی کا ان کے ہاتھوں میں

سوز

حضرت امام حسینؑ

حسینؑ گھوڑے پہ جس وقت ڈگمگانے لگے
رکاب پاؤں سے نکلے زمیں پہ آنے لگے
جو زخم کھائے تھے شہ نے انہیں چھپانے لگے
یہ جھک کے کان میں رہوار کو سنانے لگے

اے باوفا نظر آتی ہے خیمہ گاہ مجھے
کہیں نشیب میں لے چل اے ذوالجناح مجھے

بڑھا ہے شمر لعیں لے کے ہاتھ میں خنجر
مرے گلے پہ نہ خنجر کو دیکھ لے خواہر
تڑپ کے خیمے سے آ جائے نہ کہیں باہر
نہیں رہے مری نصرت کو قاسمؑ و اکبرؑ

سپاہِ شام نے چاروں طرف سے گھیرا ہے
یہ زیر خنجر خونخوار حلق میرا ہے

سوز

شامِ غریباں

جب کٹ کے سر حسینؑ کا نیزے پہ آ گیا
قزاق لوٹنے لگے خیمے جلا جلا
حیدرؑ کی شیر بیٹی نے عابدؑ سے یہ کہا
اے وقت کے امام حرم کو ذرا بتا
خیموں کے ساتھ آگ میں جل جائیں کیا حرم
باہر کھلے سروں سے نکل جائیں کیا حرم

سجادؑ دیکھو دشت میں سرور نہیں رہے
سر کٹ گیا حسینؑ کا اصغرؑ نہیں رہے
عباسؑ جا چکے علیؑ اکبرؑ نہیں رہے
کانوں میں اب سکینہؑ کے گوہر نہیں رہے
بیٹا اٹھو کہ گھر کا اجالا نہیں رہا
ماں فاطمہؑ کی گود کا پالا نہیں رہا

سوز

شامِ غریباں

جب شام کربلا کے غریبوں پہ آگئی
خیموں کی آگ جھولۂ اصغرؑ جلا گئی
کانوں کی ٹیس عرشِ معلیٰ ہلا گئی
اک خوف کی سی لہر یتیموں پہ چھا گئی
جس دم لگی تھی آگ حسینی خیام
زینبؑ بچا کے لائی تھی چوتھے امامؑ

شامِ الم میں زینبؑ کبریٰ کا حوصلہ
کر کے اکٹھا عورتوں بچوں کو اک جگہ
اک جلتی چوب ہاتھ میں لے کر وہ غمزدہ
خود بن گئی حرم کا بیاباں میں آسرا
چلا کے کہہ رہی تھی خبردار ہوشیار
اس جا اندھیرے میں بھی یہ عترت ہیں باوقار

سوز

شامِ غریباں

شام یتیمی جب کہ سکینہؑ پہ آ گئی
خیموں کی آگ بچی کا دامن جلا گئی
بچی کی کسمپرسی فلک کو رلا گئی
باد سموم لشکر شہ کو سلا گئی

عباسؑ تم کہاں ہو حرم بدحواس ہیں
بچے بچھڑ کے ماؤں سے لاشوں کے پاس ہیں

زینبؑ پکارتی ہے سکینہؑ کدھر گئی
شمر لعیں کے ظلم سے معصوم ڈر گئی
زندہ بھی ہے کہ خوف سے مظلوم مر گئی
عباسؑ کیا بتاؤں قیامت گزر گئی

دیکھو کہ ہم پہ گردشِ دوران سخت ہے
بھیا مدد کرو کہ یہ مشکل کا وقت ہے

سوز

روانگیٔ قافلہ

علیؑ کی لاڈلی مقتل سے جب گزرنے لگی
وہ چشمِ درد کو اشکِ عزاء سے بھرنے لگی
گری وہ خاک پہ جب اونٹ سے اترنے لگی
وہ لاش سیدِ والا پہ بین کرنے لگی
یوں چھوڑ کر تجھے جاتی ہوں بے کفن بھائیؑ
مَیں کیا کروں مرے ہاتھوں میں ہے رسن بھائیؑ

دہائی ہے کہ ہوئی اس طرح سے مَیں برباد
کوئی نہیں جو سنے اس گھڑی مری فریاد
تمہیں مدد کرو آ کر پھپھی کی اب سجادؑ
کفن مَیں بھائی کو دوں گی مجھے کرو آزاد
مدد کا وقت ہے اب یا علیؑ چلے آؤ
تمام ہو مری یہ بے بسی چلے آؤ

سوز

حضرت بی بی سکینہؑ

سکینہؑ بین یہ کرتی تھی قید خانے میں
ہمارا کوئی نہیں اس بھرے زمانے میں
لگائی دیر نہ بابا نے بھی بھلانے میں
نجانے وقت ہے کتنا وطن کو جانے میں

پدر کی یاد مجھے ہر گھڑی ستاتی ہے
کہاں ہو بابا یہ بیٹی تمہیں بلاتی ہے

پکارتی ہے کہ عمو خبر نہیں لیتے
ان آنسوؤں کا مرے کچھ اثر نہیں لیتے
کیوں اس گھڑی میں مجھے یاد کر نہیں لیتے
یزید سے مرے بابا کا سر نہیں لیتے

تمام ہو گا مرا یہ سفر تب آؤ گے
سکینہؑ قید میں جائے گی مر تب آؤ گے

سوز

زندانِ شام

اجڑ کے شام کے زنداں میں جب حرم آئے
دلوں میں لے کے وہ پیاروں کا اپنے غم آئے
وہ سہہ کے شام کے بازار کے ستم آئے
شکستہ پا دل مغموم چشم نم آئے
اندھیرا چار طرف تھا نہ آب و دانہ تھا
سکینہؑ کے لیے کیسا یہ قیدخانہ تھا

وہ خوف تھا نہ سکینہؑ کو نیند آتی تھی
وہ اشک یاد میں شبیرؑ کے بہاتی تھی
وہ اپنے دکھ در و دیوار کو سناتی تھی
مدد کے واسطے عباسؑ کو بلاتی تھی
مرے تڑپنے کا بابا اثر نہیں لیتے
میں رو رہی ہوں مری کیوں خبر نہیں لیتے

مرثیہ جناب فاطمۃ الزہراؑ

بعثت سے پہلے بگڑا ہوا تھا سبھی نظام
ارض عرب میں تھا نہیں عورت کا احترام
بیٹی کا تھا نہ باپ کے دل میں ذرا مقام
در گور پیدا ہوتے ہی کرتے تھے خاص و عام
رکھتے تھے عورتوں کو وہ ادنیٰ مقام پر
عورت کو قتل کرتے تھے غیرت کے نام پر

عصمت دری تھا مشغلہ ہر مرد کے لئے
عورت حقیر شے تھی جوانمرد کے لئے
یہ شرمناک بات تھی ہر فرد کے لئے
عورت تھی ابتلا کے لئے درد کے لئے
تھا ماں بہن کا رشتہ کنیزوں کے روپ میں
عورت جھلس رہی تھی زمانے کی دھوپ میں

جنگل سے بدترین تھے جس عہد کے اُصول
ایسے معاشرے میں اتارا گیا رسول
ان پر ہوا تھا جتنے قوانین کا نزول
مشکل تھا سب کے واسطے کرنا انہیں قبول
توحیدِ کبریائی کے پیغام کے لئے
سب سے کٹھن تھا دور وہ اسلام کے لئے

اک شتر بے مہار تھا امت کا کارواں
مشرک تھے حیلہ باز تھے یثرب کے حکمراں
تھے مرد و زن گناہ کی دلدل میں یوں نہاں
ان سے زمین تنگ تھی ناراض آسماں
ایسے میں تھی نبی کو مددگار کی تلاش
ساتھی کی ہمنوا کی وفادار کی تلاش

اس وقت کام آیا علیؑ پاک کا پدر
کیونکہ وہ تھا قبیلے میں اک فرد معتبر
آئیں خدیجہؑ بن کے مددگار ان کے گھر
ماں فاطمہؑ کی بن گئی اسلام کی سپر
لکھا تھا گھر رسولؐ کا بی بی کے بخت میں
ہر پل وہ ایستادہ تھی مشکل کے وقت میں

حُرمت نسا کی ہو گئی کفار پر عیاں
پاؤں سے ٹوٹنے لگیں نسواں کے بیڑیاں
نکلا انہیں کی ذات سے عصمت کا کارواں
عورت کی ذات بن گئی اک بحرِ بیکراں
جب ان کے گھر میں ہو گئی آمد بتولؑ کی
پھر چار چاند ہو گئی عصمت رسولؐ کی

پائی نبیؐ نے آنے کی زہراءؑ کے جب خبر
شکر خدا میں جھک گیا سجدے میں ان کا سر
آنے سے فاطمہؑ کے ہوا دین معتبر
عورت پہ خاص ہو گئی اللہ کی نظر
نسواں کو وہ نمونۂ کردار مل گیا
طبقے کو ان کا رہبر و سالار مل گیا

پایا نبیؐ کے گھر میں وہ زہراءؑ نے احترام
جس کی کریں تمنا نبیؐ، اولیاء، امام
کچھ اس طرح بدل گیا یثرب کا سب نظام
عورت کو گھر میں ملنے لگا معتبر مقام
یہ فیض تھا بتولؑ کا اس وقت شہر میں
بس احترام ہو گیا بیٹی کا دہر میں

نازل کیے بشر کے لئے حق نے انبیاء
آئین فاطمہؑ نے خواتین کو دیا
اس ماں کی گود سے ہوئی وہ تربیت عطا
جس کی گواہی دیتا ہے میدانِ کربلا
دینِ خدا کے واسطے اُمت کے چین کو
زہراءؑ نے چکی پیس کے پالا حسینؑ کو

جب بھی خدا کے دیں پہ برا وقت آ گیا
زہرآء کی تربیت بنی اسلام کی بقا
اُمت کو ہر گھڑی رہا اس گھر کا آسراء
شیر بتول ہی سے ملی دین کو جلا
عصمت میں تزکیئے کے عروج و کمال میں
زہرآء مثال بن گئی اٹھارہ سال میں

اتنا عظیم رتبہ خدا نے عطا کیا
تعظیم اُن کی کرتے تھے سلطانِ انبیاء
بس فاطمہؑ کے واسطے ارض و سماء بنا
ظلمت میں بن گئی وہ بھلائی کا راستہ
یکتا نبی کی بیٹی ہے اپنی صفات میں
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی کائنات میں

آنے سے اس کے ہو گئی ظلمات میں سحر
کچھ اس طرح سے زندگی زہراء نے کی بسر
کھانا اگر کھلایا سوالی کو کچھ پہر
حق نے اتارا سورۂ دہر اُن کے نام پر
منبع اماموں کا بنی اپنی ذات میں
ہے کائنات فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ میں

وہ ذات جس سے پھوٹتا ہو انبیاء کا نور
بارہ اماموں کا ہو جس نور سے ظہور
جس کے غلام بن کے ملائک کریں غرور
تعظیم جس کی اُٹھ کے کریں آپ خود حضور
مشکل میں جس کا نام علیؑ سا امام لے
زہراء کا نام دہر میں گرتوں کو تھام لے

جود و کرم نمایاں ہے جس کی صفات میں
جس کے عمل کا نور ہے اس کائنات میں
تسبیح جس کے نام کی صوم و صلواۃ میں
جس کی ردا کی چھاؤں ہے میری حیات میں
آمد پہ جس کی انبیاء تعظیم کو اُٹھیں
معصوم جس کے نام پہ تسلیم کو اُٹھیں

زہراء کا گھر ہی گھر ہے نبی کا امام کا
سر کو جھکا تقاضا ہے یہ احترام کا
کتنا اثر ہے فاطمہؑ زہراء کے نام کا
ظالم کے آگے سر نہ ہوا خم غلام کا
قطرے کو اس نظر نے سمندر
میرا تو ان کے دَر نے مقدر

حق نے بنائے دو جہاں زہراء کے واسطے
یہ سب زمین و آسماں زہراء کے واسطے
یہ مہر و ماہ و کہکشاں زہراء کے واسطے
یہ انبیاء کا کارواں زہراء کے واسطے
ہے روح کائنات میں اس کے وجود
انسان اس کے آنے پہ نکلا جمود

اسلام کا وقار ہے زہراؑ کے دم بدم
ہے خاص ان کی آل پہ اللہ کا کرم
اُمت نے ان پہ ڈھائے ہیں بے انتہا ستم
عظمت نہ ان کی ہو سکی عالم میں پھر بھی کم
زہراؑ کی آل دیں کی مددگار بن گئی
یہ حق کا کائنات میں معیار بن گئی

زہراؑ نے تربیت کا وہ معیار دے دیا
ماؤں کو اک نمونۂ کردار دے دیا
عورت کے دل کو جذبۂ ایثار دے دیا
مظلوم کو حسینؑ سا سالار دے دیا
آجائے گا جو چادر زہراؑ کی چھاؤں میں
لغزش نہ ہوگی ایسے مسلماں کے پاؤں میں

تھا پیار فاطمہؑ سے محمدؐ کو اس قدر
ان کے بغیر لگتا تھا سونا نبی کو گھر
ان کے لیے یہ کہتے تھے سلطان بحر و بر
یہ اشرف النساء ہے مرا پارہ جگر
تم کرنا احترام ہمیشہ بتول کا
زہرا تو ایک پارہ ہے ذاتِ رسول کا

اُمت نے یہ رسولؐ کا فرماں بھلا دیا
بعد رسول فاطمہؑ کو خوں رلا دیا
محنت کا نبی پاکؐ کی کیسا صلہ دیا
جھکتے تھے انبیاء جہاں وہ در جلا دیا
بعد رسول سوئی نہ وہ نیند چین کی
تھی روز و شب فضا میں صدا ان کے بین کی

غم کا پہاڑ بن گیا جانا رسول کا
شمن بنا ہوا تھا زمانہ بتول کا
کب تھا خیال گلشن احمد کے پھول کا
دربار ہی میں نکلا جنازہ اصول کا
گردن کو علی پاک کی بندھوا دیا گیا
دربار میں بتول کو جھٹلا دیا گیا

یہ بات تھی فدک کی نہ اس کی زمین کی
یہ بات تھی حقوق پہ اپنے یقین کی
آگے جو ظلم کے نہ جھکے اس جبین کی
زہرا کی بات ہی میں تو ہے بات دین کی
حق کیا ہے فاطمہ نے جہاں کو بتا دیا
درباریوں کو باعث عبرت بنا دیا

اُمت نے وہ سلوک کیا فاطمہؑ کے ساتھ
آنسو بہاتی رہتی تھیں خاتون کائنات
وہ ہستی سب کے واسطے جو باعثِ نجات
خود ظلم کا نشانہ بنی آپ اس کی ذات
دیکھے نہ تھے زمین نے نہ آسمان نے
وہ ظلم فاطمہؑ پہ کیے حکمران نے

کرنے لگیں وہ اپنے شب و روز یوں بسر
ایواں لرزنے لگے تھے روتی تھیں اس قدر
فرماتی تھیں کہ رونا ہے زہراؑ کو عمر بھر
اب جلد ہو گا اپنا بھی اس خلق سے سفر
اُمت کا ظلم باپ کو جا کر بتاؤں گی
فریاد اپنی حق کے نبی کو سناؤں گی

رونے پہ حکمرانوں نے پہرہ لگا دیا
آہ و بکا کو چھوٹا سا حجرہ بنا دیا
فرمان مصطفےٰؐ کا سراسر بھلا دیا
احسان کا رسولؐ کے کیسا صلہ دیا
لالچ کا بھوت ان کے سروں پر ہوا سوار
زہراؑء کی بد دُعا سے نہ ڈرتے تھے نابکار

دل فاطمہؑ کا ہو گیا کچھ اس قدر ملول
دنیا کے رنگ ہو گئے ان کے لیے فضول
مجبور اس قدر ہوئی پھر دختر رسولؐ
دن میں اکیلے رہنا کیا آپ نے قبول
جب ظلم ڈھائے جاتے تھے اس سوگوار پر
کرتی تھی بین جا کے پدر کے مزار پر

فرماتی تھیں علیؑ سے مرا وقت ہے قریب
ہے انتظار میں مرے اللہ کا حبیب
بعد رسولؐ پاک ہوئی فاطمہؑ غریب
بچوں کو سایہ ماں کا نہیں ہو سکا نصیب
نازوں کے پالے بچے ہیں ان سب سے باخبر
میرے حسینؑ سے مری زینبؑ سے باخبر

زینبؑ سے کہتی رہتی تھیں زہراؑ جگر فگار
بیٹی مرے حسینؑ سے تم رہنا ہوشیار
پیاسا ہو یہ اگر تو مَیں ہوتی ہوں بیقرار
مَیں اس کو دیکھ سکتی نہیں ہرگز اشکبار
تم اس نبی کی جان کو حیدر کے چین کو
تنہا نہ چھوڑنا کبھی میرے حسینؑ کو

القصہ پیش آ گیا زہرا کو وہ سفر
انجام زندگی جسے کہتے ہیں باخبر
جب بے چراغ ہونے لگا شاہ دیں کا گھر
گردوں پہ ماند پڑنے لگے سورج اور قمر
جس نے جلائے حق کے دیئے اس کا کوچ ہے
عالم بنا تھا جس کے لیے اس کا کوچ ہے

وہ اشرف النسا کا لقب جس کے پاس ہے
رخصت پہ اس کی سارا زمانہ اداس ہے
ہے لاڈلی رسول کی اور حق شناس ہے
غم سے ہر ایک پنجتنی بے حواس ہے
مومن نے آسرا جو بنایا، رہے گا کب
زہراؑ کا عالمین پہ سایہ رہے گا کب

دستک ہوئی جو فاطمہ زہراؑ کے در پہ آہ
مولائے کائنات کی جونہی اٹھی نگاہ
دیکھا کہ حالتِ ملک الموت ہے تباہ
در پر کھڑا ہے سر کو جھکائے وہ غمزدہ
فرمایا فاطمہؑ سے ترے در کا ہے کمال
بے اذن اس میں آئے ملک کی نہیں مجال

خاموش اتنے میں ہوئیں زہرائے حق شعار
بچوں سے مولا کہنے لگے ہو کے اشکبار
عالم سے کوچ کر گئیں زہرا جگر فگار
یہ کر رہیں تھیں باپ سے ملنے کا انتظار
آنگن میں جس کے اترا ستارا وہ جا چکیں
تھا مرتضےٰ کو جس کا سہارا وہ جا چکیں

ٹوٹے ہوئے دلوں کا وہ چارا نہیں رہا
پیشِ نگاہ حق کا نظارا نہیں رہا
مشکل کشاء کے دل کا سہارا نہیں رہا
امت پہ رحمتوں کا اشارا نہیں رہا
اب چھوڑ کر یہ عالم فانی چلی گئی
دنیا سے مصطفٰےؐ کی نشانی چلی گئی

حسنینؑ کے سروں سے اٹھا سایہ بتولؑ
جس کے سبب سے ہوتا تھا انوار کا نزول
اور جس کے احترام میں اُٹھتے تھے خود رسولؐ
نسبت سے جس کی ہوتی تھی ہر اک دُعا قبول
تھی ذات جس کی دہر میں مانند سائباں
جانے پہ اس کے کیوں نہ ہو غمگین پھر جہاں

حسنینؑ رو رہے ہیں الٰہی یہ کیا ہوا
لب پر حرم کے تیری دہائی یہ کیا ہوا
اقدار کی ہوئی ہے تباہی یہ کیا ہوا
اُمت نے مَل لی منہ پر سیاہی یہ کیا ہوا
یارب یہ کیا ہوا ہے یہ کیوں شور وشین ہے
کیوں اشک بار خلق میں تیرا حسینؑ ہے

فرط الم سے روتے تھے زہراؑء کے نورعین
حجرے کے ایک کونے میں نوحہ کناں حسینؑ
تھا اس قدر الم کہ نہ آتا تھا دل کو چین
ماں فاطمہؑ سے کہتے تھے پھر شاہ مشرقین
مَیں کیا کہوں جو حال جدائی کے غم سے ہے
اماں اُٹھو کہ دل مرا پھٹتا الم سے ہے

یہ سن کے آئے مرتضٰےؑ اس لال کے قریب
کہنے لگے حسینؑ یہی ہے ترا نصیب
ہیں منتظر بتول کے اللہ کے حبیب
زہراؑ چلی گئی ہیں تو ہم ہو گئے غریب
خواہش کا اپنے قلب کی اظہار تو کرو
اماں کا چل کے آخری دیدار تو کرو

رو کر حسینؑ نے کہا ہرگز نہ جاؤں گا
اماں بلائیں گی نہ تو آنسو بہاؤں گا
فریاد اپنی اپنے خدا کو سناؤں گا
مَیں ایک بھی قدم نہیں آگے بڑھاؤں گا
گر پیار ہے حسینؑ سے اماں بتولؑ کو
آواز سے بلائیں گی ابن رسولؐ کو

ناگہ زمین کانپ اٹھی عرش ہل گیا
ٹوٹے کفن کے بند بہ اعجاز کبریا
پھیلا کے ہاتھ کہنے لگی آ حسینؑ آ
تیرے لیے مَیں جاؤں گی اے لال کربلا
مَیں ماں ہوں اے حسینؑ مری اور بات ہے
تیرے لیے خدا کی یہ سب کائنات ہے

بیٹا مَیں ایک دن ترے لاشے پہ آؤں گی
اور بے کفن جنازے پہ آنسو بہاؤں گی
مَیں تیری قتل گاہ کے پتھر ہٹاؤں گی
وعدہ جو کر رہی ہوں اسے مَیں نبھاؤں گی
اس دن لٹے گی آل مری ہوگا شور وشین
مادر بلائے گی تو نہ بولو گے تم حسینؑ

یہ سنتے ہی تڑپ گئی زینبؑ جگر فگار
بولی اے بھائی تم پہ یہ دکھیا بہن نثار
کیا ہوگی اس کے حلق پہ اماں چھری کی دھار
بھیا حسنؑ بچائیں گے نہ شاہ ذوالفقارؑ
اماں ترے حسینؑ کو میں خود بچاؤں گی
یہ جس طرف بھی جائے گا میں ساتھ جاؤں گی

القصہ جب جنازہ اُٹھا وقت شب کو آہ
کاندھا تلک دیا نہ اُس عالی نسب کو آہ
رخصت کیا ہے کیسے وقارِ عرب کو آہ
بیدردوں نے پکارا خدا کے غضب کو آہ
اُمت سے کوئی درد بٹانے نہ آ سکا
تابوت فاطمہؑ کا اٹھانے نہ آ سکا

ایسے میں خود جنازہ اٹھایا امامؑ نے
نصرت کی جبرئیلؑ علیہ السلام نے
تابوت اک طرف سے اٹھایا غلام نے
کیسا صلہ نبی کو دیا خاص و عام نے
دامن دکھوں سے اپنا چھڑاتی ہے فاطمہؑ
بابا کی بارگاہ میں جاتی ہے فاطمہؑ

صد حیف جس کے واسطے پیدا ہوا جہاں
دریا پہاڑ اور یہ ستاروں کی کہکشاں
اس کی مصیبتوں پہ ہے تاریخ خوں چکاں
کہسار اشکبار، لب دشتِ پُر فغاں
تاریخ سے یہ بار اٹھایا نہ جائے گا
ہم سے غمِ بتول بھلایا نہ جائے گا

اے عصمت خدا کی نگہبان الوداع
دین خدا کی خلق میں پہچان الوداع
جاری ہے جس کی ذات سے فیضان الوداع
ہے خلق پر ترا بڑا احسان الوداع
زہراؑ کا پرسا دیتے ہیں آل رسول کو
اب الوداع سب کی طرف سے بتولؑ کو

ہاتف نے دی ندا کہ خبردار ہوشیار
وہ آ رہی ہے پیشِ خدائے بزرگوار
جس کے لیے بنایا تھا خالق نے یہ دیار
ہو گی یہ شہ کی پہلی عزا دارِ دلفگار
نظریں جھکایئے یہ ادب کا مقام ہے
تسبیح کردگار میں زہراؑ کا نام ہے

مرثیہ قیام حسینؑ

بغضِ علی ملوکیت وقت چھا گئی
زردی فنا کی دین کے چہرے پہ آ گئی
لالچ کی آگ دین کی مسند جلا گئی
باد سموم ملت حق کو سلا گئی
اُمت کو بغض آل کا سرطان ہو گیا
دولت کی آرزو میں مسلمان کھو گیا

فکر یزید دین کی بنیاد ہو گئی
خوف خدا سے زندگی آزاد ہو گئی
سنت رسول پاک کی برباد ہو گئی
بستی عدوئے آل سے آباد ہو گئی
علم و عمل کا کوئی روادار کب رہا
انسان باقی رہ گئے کردار کب رہا

ظلم یزید سے تھی نہ ذی روح کو اماں
اکثر وہ دین حق کی اڑاتا تھا دھجیاں
وہ بن گیا تھا فکر امیہ کا ترجماں
ہو کر نشے میں دُھت یہ کیا کرتا تھا بیاں
اپنے مفاد میں بنو ہاشم کا میل تھا
اسلام اقتدار کی کرسی کا کھیل تھا

جھٹلاتا وحی حق کو بھی اکثر وہ نا بکار
دربار میں شراب وہ پیتا تھا بار بار
کر کے حرام کام نہ ہوتا تھا شرمسار
سنت کا بھی لحاظ نہ کرتا ذلیل و خوار
اکثر حرام کام کو کر دیتا تھا حلال
جرأت نہ تھی کسی کی جو کر دے کوئی سوال

بیعت کا خواستگار تھا شیطان کا پسر
نالاں تھا اس کی ذات سے عالم کا ہر بشر
ہر ظلم ڈھا رہا تھا وہ آلِ رسول پر
اس پر نہ ہو رہا تھا کسی بات کا اثر

لمحات کھو گئے تھے صحابہ کے چین کے
بیعت سبھی نے کرلی سوائے حسینؑ کے

دینِ مبیں کا کوئی سہارا نہیں رہا
اب ڈوبتے ہوؤں کا کنارا نہیں رہا
ظلمت میں جلوہ بار ستارا نہیں رہا
عالم میں حق کا کوئی نظارا نہیں رہا

بے دین جمع ہو گئے قاتل کے چار سو
حق چھوڑ کے سب آگئے باطل کے چار سو

طاقت نہیں کسی کی کہ باطل کو روک لے
کوئی نہیں تھا بڑھ کہ جو قاتل کو روک لے
آتی تباہیوں کے عوامل کو روک لے
دستِ دراز وحشی و جاہل کو روک لے

وہ دور آ گیا تھا انوکھے نظام کا
قبلے کی تھی خبر نہ پتہ تھا امام کا

فکر یزید قلب مسلماں میں آ گئی
ذہنوں کو شرِ فکرِ امیہ سلا گئی
موج جفا یقیں کے گھروندے گرا گئی
بدعت یزید نحس کی عالم پہ چھا گئی

دور یزید میں یہ سبھی کو یقین ہے
جو کر رہا ہے تخت پہ سلطاں وہ دین ہے

عالم کو ظلم و جور سے بھرنے لگا یزید
ہر کام دیں کے نام پہ کرنے لگا یزید
دلدل میں بدعتوں کی اترنے لگا یزید
لالچ میں اقتدار کی مرنے لگا یزید
کرنے لگا وہ کام جو روکے تھے دین نے
ہیئت خدا کے دین کی بدلی لعین نے

وہ شہر یار بن گیا کھوٹا تھا جس کا بخت
امت کے خوں سے بڑھ کے تھا اس کو عزیز تخت
اسلام پر اب آ گیا تھا دور کتنا سخت
سوچ اس کی بد نہاد تھی کردار بھی کرخت
کب تھا یہ صرف مذہبی اقدار کا سوال
آنے لگا تھا عظمت انسان پر زوال

بدعت نئی وہ روز چلاتا تھا دین میں
مشکل میں دین حق تھا خدا کی زمین میں
سجدہ نہیں، شرر تھا یزیدی جبین میں
اک سانپ کی طرح سے تھا وہ آستین میں
مکروفریب وظلم میں جکڑا ہوا تھا وہ
اللہ کی زمین میں اکڑا ہوا تھا وہ

سکّوں کے بدلے بک گئے اسلام کے اصول
مسکن برائیوں کی بنی مسند رسول
آنکھوں میں سب عوام کی وہ جھونکتا تھا دھول
زیرِعتاب آگیا تھا خانۂ بتول
آیا تھا سخت وقت مسلماں کے بخت پر
ظاہر کہاں تھا عدل خلافت کے تخت پر

رستہ خدا کے دین کا بنتا گیا سراب
دیکھا تھا جو رسول نے سچا ہوا وہ خواب
اُف مسندِ خلیفہ سے بٹنے لگی شراب
مکرو فریب دین کو کرنے لگے خراب
فکرونظر میں دین کا پیغام کب رہا
اسلامی مملکت ہی میں اسلام کب رہا

اصلاح دین حق کا نہ امکان تھا کوئی
امت کی مغفرت کا نہ سامان تھا کوئی
سنت بچی ہوئی تھی نہ قرآن تھا کوئی
شکل یزید نحس میں شیطان تھا کوئی
ظالم کا ظلم کرب میں تحلیل ہوگیا
حاکم کا حکم باعث تذلیل ہوگیا

اسلام مملکت میں بچا تھا برائے نام
فرعون بن کے بیٹھ گیا تھا امیر شام
کوئی نہ تھا جو ڈال دے منہ روز کو لگام
ظالم تھا حکمران تو مظلوم تھے عوام
مکروفریب وظلم کا سالک بنا یزید
فرعونیت کا شام میں مالک بنا یزید

خلق خدا یزید کے سانچے میں ڈھل گئی
جو رسم لا الہ تھی بالکل بدل گئی
نار ہوس میں مسند اسلام جل گئی
دیں کے بدن سے روح حقیقی نکل گئی
فاسق خدا کے دین کا سردار بن گیا
کہنے کو دین کا وہ علمدار بن گیا

کوئی نہیں تھا اب کرے حق کی وہاں جو بات
کوئی نہیں کرے جو سوئے دین التفات
اب کون تھا جو بخش دے اسلام کو ثبات
ذلت میں گم تھی موت تو شرمندہ تھی حیات

باطل کے نامراد سفینے کو روک لے
کوئی نہ تھا جو بڑھ کے کمینے کو روک لے

فکر حسینیت تھی سیاست سے دور دور
مقصد حسین کا تھا خلافت سے دور دور
دل شاہ کا تھا تخت وحکومت سے دور دور
تھی مسند یزید شرافت سے دور دور

یہ بات تھی رسول خدا کے مقام کی
شر کے مقابلے میں خدائی نظام کی

اک شخص کا نہیں یہ تھا افکار کا سوال
اک ذات کا نہیں یہ تھا کردار کا سوال
ظالم سے نفرتوں کے تھا اظہار کا سوال
یہ جنگ کی تھی بات نہ تلوار کا سوال

یہ بات زر کی تھی نہ حصولِ زمین کی
دراصل یہ لڑائی تھی احیائے دین کی

محفوظ کب تھا کوئی خدا کی زمین پر
آیا تھا سخت وقت رسالت پہ دین پر
آئی تھی امتحاں کی گھڑی مومنین پر
ناحق لہو تھا قاتلوں کی آستین پر

مالک بنا ہوا تھا ہر انسان کا یزید
قبلہ بنا ہوا تھا مسلمان کا یزید

گر جبر سے نہ مانے تو زر سے خرید کی
اصحاب سارے کر چکے بیعت یزید کی
سب ہاں میں ہاں ملاتے تھے اکثر پلید کی
عزت نہیں رہی تھی کلام مجید کی

عالم میں دین حق کا ترانہ بدل گیا
کچھ ہی برس میں سارا زمانہ بدل گیا

مسجد میں ہو رہی تھی سدا ہجوِ بوترابؑ
سارے بنی امیہ تھے شیطاں کے ہم رکاب
سب اس عمل کو جانتے تھے باعثِ ثواب
بن کر مذاق رہ گئی قرآن سی کتاب

عالم منافقین سے آباد ہو گیا
کار رسول شام میں برباد ہو گیا

سوچو اگر نہ روکتا اس کو علیؑ کا لال
قدریں خدا کے دین کی ہو جاتیں پائمال
سارے حرام کام سمجھتے سبھی حلال
کرتا نہ دین مسخ پہ ظاہر کوئی ملال

ہوتے ترنگ سارے یزیدی عوام کے
عالم میں ہوتے سارے مسلمان نام کے

یہ ماجرا فقط نہ تھا دین رسول کا
یہ معرکہ تھا حق کا خدائی اصول کا
آیا مقابلے میں گھرانا بتول کا
رنگ اور تازہ ہوگیا کانٹوں میں پھول کا

جکڑا ہوا تھا دین کو باطل کے جال نے
بیعت نہ کی یزید کی زہراؑ کے لال نے

آتا علیؑ کے لال کو ایسے میں کیا سکون
کس طرح ہوتے دیکھتا انسانیت کا خون
ہلنے لگے تھے دہر میں سب دین کے ستون
ظالم کے تھا دماغ میں بیعت کا بس جنون

تنہا بہن کو لے کے مسافر نکل پڑا
دیں کا علم اٹھا کے وہ معصوم چل پڑا

مسند کی فکر تھی نہ حکومت کی تھی طلب
نہ تخت چاہیے تھا نہ طاقت کی تھی طلب
لالچ نہ شان کی تھی، نہ شوکت کی تھی طلب
راہ خدا میں ان کو شہادت کی تھی طلب

مدِّ نظر نہ جان تھی زہراؑ کے لال کو
ملحوظ دیں کی آن تھی زہراؑ کے لال کو

کچھ اس قدر حفاظت امت کا تھا خیال
کنبے کو ساتھ لے کے چلا فاطمہ کا لال
قبرِ رسول چھوڑنے کا تھا بہت ملال
اب یہ بقائے دین محمدؐ کا تھا سوال

اب یہ سفر حسینؑ کا بہر نجات ہے
تکمیل کارِ شاہ میں زینب بھی ساتھ ہے

پیشِ نظر حسینؑ کے باطل سے تھی وغا
رشکِ قمر کے سامنے امت کی تھی ضیا
عالی نظر کے روبرو تھی دین کی جلا
عمراں کا گھر چلا کہ وہ باطل کو دے سزا

پنہاں اسی سفر میں تو راہ نجات ہے
زینبؑ کو ہے سکوں کہ علمدارؑ ساتھ ہے

فکر رسول لے کے چلا ابن بوتراب
خون بتول لے کے چلا ابن بوتراب
حق کے اصول لے کے چلا ابن بوتراب
اصغرؑ سا پھول لے کے چلا ابن بوتراب

فکرِ یزیدِ وقت کو لعنت بنا گیا
کنبے کے ساتھ دشتِ مصیبت میں آ گیا

بیعت نہ کی یزید کی عین الیقین نے
پھر کربلا میں آن کے گھیرا لعین نے
کچھ اس قدر سکون دیا اس زمین نے
برپا کئے خیام وہیں شاہِ دین نے

حکم لعیں سے پانی تلک بند ہو گیا
جو امتحانِ دشت تھا وہ چند ہو گیا

سارے حسینؑ کے تھے علیؑ کی طرح اصول
اب بھی علیؑ کے لال نے بیعت نہ کی قبول
اس وقت داؤ پر تھی لگی عزتِ رسولؐ
اب مصلحت سے ہٹ گیا تھا خانۂ بتولؑ
جنگل سپاہ فکر یزیدی سے اٹ گیا
زہراؑ کا لال حق پہ اکیلے ہی ڈٹ گیا

غفلت سے اہلِ دیں کو جگانے لگے حسینؑ
تصویرِ حق لہو سے بنانے لگے حسینؑ
جورو جفا کے قصر گرانے لگے حسینؑ
نقشِ یزیدیت کو مٹانے لگے حسینؑ
جورِ یزیدیت سے رہائی کے واسطے
آمادہ شاہِ دیں ہیں لڑائی کے واسطے

عاشور کو لڑی وہ لڑائی حسینؑ نے
اسلام کو دلائی رہائی حسینؑ نے
باطل کی ہر شبیہ مٹائی حسینؑ نے
مسند یزیدیت کی جلائی حسینؑ نے

مظلوم کو جہان کی زینت بنا دیا
شبیرؑ نے یزید کو عبرت بنا دیا

شبیرؑ نے رقم کیا انسانیت کا باب
نام حسینؑ بن گیا عنوان انقلاب
گردوں پہ جلوہ گر ہوا زہراؑ کا آفتاب
جو رو جفا کا لے لیا ملعون سے حساب

کار حسینؑ مقصد انسان بن گیا
غم شاہِ دیں کا صبر کی پہچان بن گیا

سوئے ہوئے ضمیر جگاتا نہ یہ اگر
جو روجفا کے سامنے آتا نہ یہ اگر
دین محمدیؐ کو بچاتا نہ یہ اگر
لاش پسر کو رن میں اٹھاتا نہ یہ اگر
مشکل خدا کے دین کی آساں نہ ہوتی پھر
امت رسول پاک کی انساں نہ ہوتی پھر

عاشور کو حسینؑ بھرا گھر لٹا چکے
ہاتھوں سے شیرخوار کی تربت بنا چکے
عباسؑ سا غیور برادر گنوا چکے
اکبرؑ کا زخم اپنے جگر پر سجا چکے
جلوہ دکھانا چاہا حسینی جلال نے
پھر قصدِ جنگ کرلیا زہراؑ کے لال نے

شبیرؑ ذوالجناح پہ پھر ہوگئے سوار
آئی نیام سے ذرا باہر جو ذوالفقار
اس کی چمک سے ہوگیا روشن وہ کارِ زار
ابنِ علی کے ہاتھ میں تھی تیغ بیقرار
حملہ کیا جو فوج پہ زہراؑ کے چین نے
پھر جنگ کی بساط الٹ دی حسین نے

لشکر سے کہہ رہا تھا وہ خلقِ خدا کا ناز
امت ہو تم رسول کی ہے بس یہی جواز
میں کر رہا تھا جنگ سے خود آپ احتراز
تم کو خبر نہ حق کی نہ باطل میں امتیاز
کیا مل گیا تمہیں علی اصغرؑ کو مار کے
بھگتو نتائج اب علی اکبرؑ پہ وار کے

یہ سن کے ذوالفقار علی بھی بپھر گئی
سرتن پہ اس طرف نہ رہے یہ جدھر گئی
دولخت جسم کر کے زمیں تک اتر گئی
بھاگی سپاہ شام جہاں تک نظر گئی

چلاتے تھے کہ جان بچالو کسی طرح
سرتن پہ اپنے آج سنبھالو کسی طرح

بڑھ بڑھ کے وار کرتا تھا زہرا کا نورعین
حملوں کے ساتھ بڑھ گیا لشکر میں شوروشین
مشکل میں تھے سوار نہ رہوار کو تھا چین
آواز اٹھ رہی تھی اماں دیجے یا حسین

کہتے تھے ہے یہ ضرب تمہاری حیات پر
عباسؑ کو جو تم نے ہے مارا فرات پر

اس طرح بھاگتے نظر آتے تھے وہ لعین
گھوڑا کہیں سوار کہیں اور کہیں پہ زین
گر جاتے تھے تو خوف سے اٹھتی نہ تھی جبین
لشکر پہ تنگ ہوگئی اللہ کی زمین
کتنے تو خوف ہی سے جہاں سے گزر گئے
اک دوسرے کے پاؤں تلے آ کے مر گئے

حیدر کا لال دشت میں جاتا تھا جس طرف
لشکر سروں کو تن پہ نہ پاتا تھا اس طرف
سایہ بھی ذوالفقار کا آتا تھا جس طرف
لاشوں کو بھی نہ کوئی اٹھاتا تھا اس طرف
شہ اس طرح یزید کے لشکر پہ چھا گئے
لوگوں کو کربلا میں علیؑ یاد آ گئے

ایسے میں حق کی آئی صدا بس بنی کے چین
ہے منتظر تمہارا خدا شاہ مشرقین
یہ سن کے رن میں رک گیا حیدر کا نورِ عین
تلوار اپنی، نیام میں رکھنے لگے حسینؑ
اتنا یقین شہ کو تھا اس بارگاہ پر
بیٹھے وہ ذوالجناح پہ، اپنا جھکا کے سر

پھر ہر طرف سے فوج نے گھیرا امام کو
غیرت نہیں بچی تھی لعینوں میں نام کو
اب ہر طرف سے زخم لگے تشنہ کام کو
پتھر بھی مارتے تھے وہ عالی مقام کو
باہر بہن کو دیکھ کے گھبرا گئے حسینؑ
خوں اتنا بہہ گیا تھا کہ تھرا گئے حسینؑ

امت نے رشتہ دشت میں توڑا امام سے
مانوس اس قدر تھا وہ گھوڑا امام سے
وقت اجل بھی منہ کو نہ موڑا امام سے
رشتہ وفا کا اس طرح جوڑا امام سے
مولا نہ جب ٹھہر سکے گھوڑے کی زین پر
گھٹنے لگا کے اس نے اتارا زمین پر

زینب نے اک بلندی سے دیکھا یہ ماجرا
چلائی رن میں گر گیا زہراؑ کا لاڈلا
خنجر بکف حسینؑ کی جانب لعیں بڑھا
عباسؑ تم کہاں ہو نہیں کوئی آسرا
سر کاٹنے کی فکر میں فوج یزید ہے
عباسؑ اب تمہاری ضرورت شدید ہے

باباعلیؑ کہاں ہو مصیبت میں ہے پسر
سنتی رہی ہوں گریۂ مادر میں رات بھر
نانا ہے تم کو اپنے نواسے کی کچھ خبر
بھیا حسنؑ اب آؤ گے بھائی کی لاش پر

ہاتھوں سے اپنے آن کے میت اٹھاؤ گے
کٹ جائے گا حسین کا سر کیا پھر آؤ گے

کوئی بچا لے آ کے شہ مشرقین کو
پالا ہے چکی پیس کے ماں نے حسینؑ کو
دیکھو تو آ کے مولا علیؑ نورِ عین کو
آ کر چھڑا لو فاطمہ زہراؑ کے چین کو

سر ننگے دشت میں بہن آئی ہے المدد
خنجر تلے حسین سا بھائی ہے المدد

عباس آؤ دشت میں انساں نہیں رہے
شہ کی مدد کو اکبر ذیشاں نہیں رہے
گھوڑے پہ اپنے شاہ شہیداں نہیں رہے
زینبؑ کے حق میں درد کے درماں نہیں رہے

ماں جائے کو غریب کو زہراؑ کے چین کو
کوئی نہیں بچائے جو آ کر حسین کو

عباسؑ پھر بہن نے بلایا ہے لو خبر
گھوڑے سے شہ کو رن میں گرایا ہے لو خبر
خنجر بکف لعین اب آیا ہے لو خبر
شمر لعیں نے ظلم رچایا ہے لو خبر

تلوار کھینچ لیتے تھے تم بات بات پر
اب سو رہے ہو چھوڑ کے تنہا فرات پر

ایسے میں دیکھا زینب کبریٰ نے ایک بار
سجدے میں پشت شاہ پہ قاتل ہوا سوار
رکھی گلے پہ شاہ کے خنجر کی تیز دھار
چلائی اس کو دیکھ کے زینب جگر فگار

للہ فاطمہ کی کمائی کو چھوڑ دے
اے شمر رک ذرا مرے بھائی کو چھوڑ دے

یہ سن کے بھی ڈرا نہیں مطلق ستم شعار
تھی گردنِ حسین پہ خنجر کی تیز دھار
آئی ندا بتول کے بیٹے ترے نثار
سب انبیاء حسین پہ ہوتے تھے اشک بار

غم دو جہاں کا دشت بلا میں سمٹ گیا
زینبؑ کے سامنے سرِ مظلوم کٹ گیا

بخدمت عصمت مآب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا

عورت کو خلق جب کیا رب کریم نے
عادت میں اس کو رحم دیا ہے رحیم نے
عصمت سے متصف کیا عقل سلیم نے
عظمت کا دے دیا شرف اسکو عظیم نے

رتبے میں مردوزن کو برابر بنا دیا
عورت کو ماں کے روپ میں برتر بنا دیا

بندھن میں ازدواج کے آتی ہے جب نساء
بن جاتی ہے وہ مرد کا مشکل میں آسرا
صبر و رضا سے لیتی ہے گھر بھر کا جائزہ
حالات جس طرح کے ہوں کرتی ہے وہ وفا

شوہر پہ سایہ کرتی ہے مشکل کی دھوپ میں
ہو صالحہ تو حور ہے بیوی کے روپ میں

عورت اگر ہو ماں تو ہے پھر اور با وقار
اولاد ہی سے ملتا ہے دل کو اسے قرار
محسوس جب بھی بچہ کرے دل میں اضطرار
راتوں کو چونک چونک کے اٹھتی ہے بار بار

بچوں کے حق میں نعمت اللہ ماں کی ذات
ہر وقت ان کے دکھ سے ہے آگاہ ماں کی ذات

فطرت میں ہے نساء کی فقط اپنے گھر کا خواب
گھر کے لیے وہ کرتی ہے ہر شے کا انتخاب
گر ہو وفا شعار تو ہوتی ہے کامیاب
کنبے سے میل جول میں وہ ہے کھلی کتاب

اہل و عیال کے لئے گھر بار کے لئے
عورت بنی ہے پیار کے اظہار کے لئے

دختر رسول پاکؐ کی عالم میں بے مثال
اولاد فاطمہؑ ہی کا دیکھا ہے یہ کمال
عظمت کو ان کی آج بھی آیا نہیں زوال
عصمت پہ جن کی کر نہیں سکتا کوئی سوال

بیٹی نبی کی دین کی توقیر بن گئی
معبود و عبد کے لئے زنجیر بن گئی

والد علیؑ ہو والدہ ہو فاطمہؑ اگر
اس کے مقابلے میں کہاں آئے گا بشر
زینبؑ کی جنگ ہو گئی تاریخ میں امر
صبر و رضا سے کاٹ دیئے دشمنوں کے سر

باطل کے حق میں حیدری للکار بن گئی
بپھری تو بوترابؑ کی تلوار بن گئی

بیٹی کی حیثیت سے رکھی فاطمہؑ کی لاج
وہ تھی علیؑ کے علم و شجاعت کا امتزاج
بدلا ہے جس نے صبر سے ظالم کا ہر رواج
عالم میں خوف کھاتا ہے زینبؑ سے سامراج
جس نے خدا کے دین کو رکھا سنبھال
مشکل سے اس کو لے گئی تنہا نکال

رشتہ بہن کا کرب و بلا میں نبھا دیا
بھائی کے حق میں سارا بھرا گھر لٹا دیا
دشت بلا کو دین کا مرکز بنا دیا
بے پردگی کو پردہ عصمت اوڑھا دیا
نصرت فقط نہیں ہے یہ بھائی کے وا
زینبؑ ہے دستگیر خدائی کے وا

دشتِ بلا میں ہو گئی مجبور اک بہن
وہ دے سکی نہ بھائی کی میت کو بھی کفن
اس ظلم کا گواہ ہے کرب و بلا کا بن
خیمے جلا کے ہاتھ میں باندھی گئی رسن

وہ ظلم ڈھائے ان پہ یزیدی نظام نے
بھائی کا حلق کٹ گیا زینبؑ کے سامنے

اب کربلا میں آیئے ماؤں کو دیکھیے
بچوں کی زیرِ تیغ اداؤں کو دیکھیے
ماؤں کی تربیت کی جزاؤں کو دیکھیے
مشکل گھڑی میں ان کی وفاؤں کو دیکھیے

ماؤں نے دینِ حق کا مقدر بنا دیا
بچوں کو پال پوس کے لشکر بنا دیا

زینبؑ سی ماں اگر ہو تو ہے ممتا کا ناز
قربان پسر کر کے جو پڑھتی رہی نماز
صبر و رضا میں ہوگئی ماؤں میں سرفراز
وہ ماں کہ جس کے صبر پر اللہ کو ہے ناز
زینبؑ وہ ماں اصول نرالے جو دے گئی
امت کو اپنی گود کے پالے جو دے گئی

قربان جس نے کر دیا بیٹوں کو بھائی پر
حیراں کائنات ہے زہراؑ کی جائی پر
ممنون دیں ہے آج بھی مشکل کشائی پر
اس سے خدا کو ناز ہے اپنی خدائی پر
عورت کے حق میں منبع ایثار بن گئی
زینبؑ خدا کے دین کی للکار بن گئی

تاریخ میں ملے گی نہ ایسی کہیں بھی ماں
جس نے نہیں کی بچوں کی لاشوں پہ بھی فغاں
باندھی گئی ہو جس کی کلائی میں رسیاں
اس پر بھی وہ بکھیر دے ظالم کی دھجیاں
خطرہ ہو بات بات پہ جب اس کی جان کو
اس دم وہ زیر کر کے رہے حکمران کو

وہ ماں جو ریگزار میں ماؤں کا آسرا
وہ بن گئی تھی دشت میں بچوں کی ناصرہ
جس کو کیا تھا اہل شقاوت نے بے ردا
جو دے سکی نہ عابدِ بیمار کو دوا
دین خدا کی فکر تھی اس حق شناس کو
دیکھا نہ جس نے دشت میں بچوں کی لاش کو

بنتِ بتولؑ جس نے بھرا گھر لٹا دیا
گھربار اپنا چھوڑ کے جنگل بسا دیا
بیٹوں کے سر کو نصرت دیں میں کٹا دیا
جس نے یزید وقت کو نیچا دکھا دیا
عورت کے روپ میں وہ خدا کی امان تھی
مٹھی میں اس کی بند زمانے کی جان تھی

دشت بلا میں جب وہ بھرا گھر لٹا چکی
اکبرؑ کا غم کلیجے پہ اپنے اٹھا چکی
عباسؑ کے لیے بھی وہ آنسو بہا چکی
بھائی کا داغ اپنے جگر پر سجا چکی
جس پر فدا تھی اب اسی بھائی سے چھٹ گئی
سر کی ردا بھی شام غریباں میں لٹ گئی

زینبؑ نے پھر سنبھالا حسینی نظام کو
لے کر چلی وہ دین الٰہی کے کام کو
دیتی رہی دلاسے ہر اک تشنہ کام کو
پیہم سنبھالتی رہی چوتھے امامؑ کو

زینبؑ پدر کے عزم کی تصویر بن گئی
بعدِ حسینؑ دشت میں شبیرؑ بن گئی

سالار قافلہ بنی وہ قتل گاہ میں
مقصد بڑا عظیم تھا اسکی نگاہ میں
ہونا تھا سرخرو اسے اس بارگاہ میں
دین آ گیا تھا بنتِ علیؑ کی پناہ میں

اب تک نہ ہو سکا تھا جو وہ کام کر دیا
زینبؑ نے خود یزید کو گمنام کر دیا

بنت علیؑ نے رسمِ عزائی بچائی ہے
دین خدا کی ساری بھلائی بچائی ہے
چادر لٹا کے جس نے خدائی بچائی ہے
سب انبیائے دیں کی کمائی بچائی ہے
ظالم سے جنگ کیلئے اک شور بچ
اس کے طفیل دین تباہی سے بچ

جو ظلمتوں میں چلتی رہی آگہی کے ساتھ
پردے کی لاج رکھی ہے بے پردگی کے ساتھ
اس کے عمل کا فیض ہے ہر آدمی کے ساتھ
رشتہ ہے ہر اسیر کا بنتِ علیؑ کے ساتھ
روتے ہیں لوگ سن کے مظالم کو آج بھی
زینبؑ کا خوف ہوتا ہے ظالم کو آج بھی

زینبؑ کا صبر دین کے سانچے میں ڈھل گیا
جس نے لگائی آگ وہی آپ جل گیا
ساری یزیدیت کا جنازہ نکل گیا
جو ڈگمگا رہا تھا قدم وہ سنبھل گیا

زینبؑ نے پشت لشکرِ باطل کی توڑ دی
تنہا یزیدِ وقت کی گردن مروڑ دی

اللہ رے وہ زینبؑ کبریٰ کا حوصلہ
منظر کسی بہن کو دکھائے نہ یہ خدا
خنجر تلے تھا دشت میں شبیرؑ کا گلا
خیموں کے ساتھ دامنِ معصوم بھی جلا

عباسؑ کچھ مدد کرو ہمشیر کیا کرے؟
تم ہی بتاؤ زینبؑ دلگیر کیا کرے؟

دشت بلا میں شامِ غریباں کا وہ سماں
سہمے ہوئے ہیں بچے تو خاموش بیبیاں
بے رحم ہے زمین تو ظالم ہے آسماں
عابدؑ دکھائی دیتے ہیں بیمار وناتواں
آئی ہے اس کے پاس نیابت امام کی
زینبؑ ہی اب کرے گی حفاظت خیام کی

صبح ومسا ہے اک ملکِ الناس کا خیال
ہر وقت آتا رہتا ہے عباسؑ کا خیال
دل میں کبھی سکینہؑ کی ہے آس کا خیال
بچی کے زخمی کان کا اور پیاس کا خیال
بھائی ہے قتل گاہ میں بے گورو بے کفن
اہلِ حرم کے واسطے زنجیر اور رسن

زینبؑ کی زندگانی اسیری میں ڈھل گئی
اک شمع انقلاب کی صحراء میں جل گئی
عباسؑ کا علم لیے زینبؑ نکل گئی
ہچکولے کھاتی دین کی کشتی سنبھل گئی

جو ڈوبنے کو تھا وہ سفینہ سنبھل گیا
صحرا میں اک چراغ ہدایت کا جل گیا

افلاک ہفت تک کی رسائی ہے جس کے پاس
کل انبیاء کی ساری کمائی ہے جس کے پاس
حق جسکے پاس حق کی رسائی ہے جسکے پاس
بے پردگی میں ساری خدائی ہے جس کے پاس

با اختیار اتنی ہے بنت علیؑ کی ذات
جس نے بچایا دین کو وہ ہے اسی کی ذات

جب قافلہ رواں ہوا کرب و بلا سے آہ
زینبؑ نے غمزدوں کو دیئے ہیں دلاسے آہ
بچوں کو وہ بچاتی تھی تپتی ہوا سے آہ
شکوہ کیا نہ رنج و الم میں خدا سے آہ
مشکل میں دینِ حق کی نگہبان بن گئی
مظلومیت کی فتح کی پہچان بن گئی

خطبے دیئے وہ راہ میں عالی جناب نے
پایا دوام جن سے خدا کی کتاب نے
کتنا اثر دکھایا ہے اس کے خطاب نے
اس سے جنم لیا ہے نئے انقلاب نے
اس کی گواہی دے گیا وہ شام کا سفر
زینبؑ کا بن گیا سفر اسلام کا سفر

ایسا سفر کہ جس میں تھے سجادِؑ ناتواں
سر ننگے بے پلانوں کے اونٹوں پہ بیبیاں
بے پردگی میں جاتا تھا رانڈوں کا کارواں
بچوں کے سر پہ زینبؑ کبریٰ تھی سائباں
مشکل میں اہل حق کی حفاظت کے واسطے
زینبؑ چنی گئی تھی قیادت کے واسطے

کس طرح بھول سکتی ہے زینبؑ دیارِ شام
بے پردگی میں لوگوں کا ہر سمت اژدھام
زنجیر و طوق پہنے تھا سجادؑ سا امام
ظالم کے رو برو کیا عورت نے وہ قیام
تنہا بقائے دین کا سامان کردیا
زینبؑ نے کائنات پر احسان کردیا

مجبور تھی جھکی نہیں ظالم کے سامنے
اس کو خراج فتح دیا تھا عوام نے
دے دی شکست ظلم کو اس کے کلام نے
اس کا جلال دیکھ لیا اہلِ شام نے
پھر پھر کے بے ردائی میں بلوائے عام میں
بیٹی علیؑ کی آ گئی دربار شام میں

بولا یزید حق نے کیا مجھ کو سرفراز
تم کو کیا ہے پست دیا مجھ کو امتیاز
تم کو بڑائی کا نہیں حاصل کوئی جواز
بخشا ہے حق نے مجھ کو خلافت کا فخر و ناز
یہ منظر، آج خاص ہوں یا عام دیکھ لیں
بیعت نہ کی جنہوں نے وہ انجام دیکھ لیں

عزت ملی ہے حق سے مجھے اس لڑائی میں
کہنا ہو کچھ تمہیں تو کہو اب صفائی میں
بیعت ہی کرنا اب ہے تمہاری بھلائی میں
پوچھے گا کوئی تم کو نہ ساری خدائی میں
توقیر کی ہے اب نہ شرافت کی بات ہے
اس وقت اس جہان میں طاقت کی بات ہے

ضد سے اٹھا چکی ہو جو نقصان دیکھ لو
بے کس ہو تم میں وقت کا سلطان دیکھ لو
کیا ہے تمہاری زیست کا سامان دیکھ لو
بیعت کرو تو میں ہوں نگہبان دیکھ لو
طاعت کرو میری تو یہی ہے بھلے کی بات
اس قید و بند سے تمہیں مل جائے گی نجات

اللہ کا کرم کہ ہوا ہوں میں کامیاب
نازل ہوا تمہارے سروں پہ کڑا عذاب
طاقت کا میری تم نہیں دے پاؤ گی جواب
میرے مخالفین کا خانہ ہوا خراب
عبرت جو چاہو اپنے لٹے گھر کو دیکھ لو
جو جسم سے جدا ہوا اس سر کو دیکھ لو

سن کر یہ آئی غیظ میں زینبؑ جگر فگار
بولی سنبھال اپنی زباں اے فریب کار
کس بات پر غرور تو کرتا ہے نابکار
نسلوں پہ تیری پڑ کے رہے گی خدا کی مار
تیر و تبر سے تیغ سے لشکر کے شور سے
کب ہم نے خوف کھایا ہے طاقت کے زور سے

تو کیا ہے اور کیا یہ ترا اقتدار ہے
بندوں کی دیکھ بھال کو پروردگار ہے
اب چند روز ہی کا ترا اختیار ہے
اور پھر ترے نصیب میں دوزخ کی نار ہے

پروانہ تجھ کو دیں کی نہ قرآں سے واسطہ
اب بے نقاب کرنا تجھے فرض ہے مرا

اب کیا تری مجال کرے اس طرح کلام
ہم وہ ہیں جن کو حق نے دیا ہے بڑا مقام
تجھکو نہیں ہے آل نبی کا بھی احترام
تو کامیاب ہے یہ ترا ہے خیال خام

خطرہ نہیں ببول سے غنچوں کو پھول کو
تو کون جو بدل دے خدا کے اصول کو

ناپاک تو ہے تیرے ارادے کہاں ہیں پاک
ہم سب نجوم عرش ہیں تو ہے غلیظ خاک
ہو جائے گا نظام ستم تیرا جلد پاک
میں دیکھتی ہوں قسمت اسلام تابناک

فکرِ بنو امیہّ کا حامل یزید ہے
تو بھی پلید تیرا نسب بھی پلید ہے

تیرا خیال ہے کہ ہوا ہے تو کامیاب
ذرات سے چھپا ہے کہیں روئے آفتاب
ہے تیرے انتظار میں اللہ کا عذاب
ہے دور روزِ حشر تو دے گا یہیں حساب

اب فکر کر کہ دن ترے تھوڑے ہیں اے لعین
تجھکو پناہ بھی نہ ملے گی سرِ زمین

حق نے ہمارے گھر میں اتارا کتاب کو
ہم پر دُرود پڑھتی ہے دنیا ثواب کو
دشمن بھی جانتا ہے یہاں بوترابؑ کو
کوئی نہیں جو روک لے تیرے عذاب کو
دینِ خدا کی آل ہی سے زیب وزین ہے
اب تری موت کیلئے نام حسینؑ ہے

بیٹھے ہوں اس طرح پس پردہ ترے حرم
ناموس مصطفیٰ سرِ دربار، ہے ستم
ہے آل مصطفےٰ ہی پہ اللہ کا کرم
نیزوں پہ ان کے سر ہیں تو اس کا نہیں ہے غم
خیمے جلیں، ردا چھنے، لٹ جائے سارا گھر
ہم وہ ہیں جن کا ظلم کے آگے جھکا نہ سر

ہم وہ ہیں جن کے گھر میں اتارا گیا رسولؐ
بابا علیؑ ہے میرا تو ماں ہے مری بتولؑ
پھر کس طرح سے ہم کریں بیعت تری قبول
کیا خوف سے ترے بھلا ہم چھوڑ دیں اصول
تو یہ سمجھ رہا ہے کہ تو کامیاب ہے
جا تجھ پہ دل سے بھیجنی لعنت ثواب ہے

جو کچھ کیا ہے اس پہ ذرا سوچ اے لعین
برباد کر دیا ہے رسول خدا کا دین
اسلام کے لیے تو بنا مار آستین
قدموں سے تیرے اب ہے نکلنے کو بس زمین
لگتا ہے تو بھی تنگ تھا اپنی حیات سے
بدبو سی آ رہی ہے تری بات بات سے

ارض و سماء بھی کرتے ہیں اس گھر کا احترام
بس پنجتن کے نام سے باقی ہے سب نظام
ہم میں سے آخری ہے نبی ہم میں سے امام
ہم پر ہوا ہے سن لے نبوت کا اختتام

گر ہم نہ ہوں تو سارا زمانہ ہو دھوپ میں
سایہ ہے عالمین پہ اس گھر کے روپ میں

تو بن کے آج بیٹھ گیا ہے امیرِ شام
تیرا نہیں ہے اپنے قبیلے میں احترام
تجھ سے دکھی خواص ہیں اور تنگ ہے عوام
دیتا نہیں ہے زیب کہ تجھ سے کروں کلام

تو کامیاب بیٹھا ہے اپنے خیال میں
مہلت کا ذکر ہی نہیں تیرے زوال میں

اے کم نسب مقابلہ کرتا ہے آل سے
شجرے کو بھول جاتا ہے میرے خیال سے
ڈرتا تھا تو حسینؑ کے جاہ و جلال سے
لیکن نہ بچ سکے گا تو اپنے زوال سے
ڈھونڈے سے بھی ملے گی نہ تجھ کو اماں کہیں
اک روز ہو گا تو کہیں اور تیری جاں کہیں

تو یہ سمجھ رہا ہے تجھے مل گیا دوام
مارے گئے حسینؑ تو قصہ ہوا تمام
بیٹھی ہے تیری گھات میں بربادیاں تمام
زینبؑ کے اختیار میں ہو گا دیارِ شام
تو ہے یزید حق سے خیانت کا مستحق
ہے اب سے عالمین کی لعنت کا مستحق

انسانیت کے نام پر دھبہ تیرا وجود
سر کاٹ کر حسینؑ کا کرتا رہا سجود
انسانیت کی توڑ دیں تو نے سبھی قیود
لعنت کا مستحق تو ہے تو ہم پہ ہے درود
اللہ کے رسولؐ کا گھر بار لوٹ کے
جائے گا کس مقام پہ دوزخ سے چھوٹ کے

اب تو تمام عمر بھی کر لے اگر سجود
اے فتنہ گر غلیظ رہے گا ترا وجود
تا حشر سب پڑھینگے مگر آلؑ پر درود
عظمت کی پنجتنؑ کے نہیں کوئی بھی حدود
عالم کا یہ نظام ہمارے ہی دم سے ہے
توقیرِ اہلبیت خدا کے کرم سے ہے

حق نے ہمیں ہی بخشی ہے توقیر کائنات

سب کے لیے بنایا ہمیں باعث نجات

بانٹی ہے ہم نے مردہ دلوں کو نئی حیات

قائم ہمارے خوں سے ہے اسلام کا ثبات

جس گھر کا تذکرہ ہو خدا کی کتاب میں

کیا تیرا دخل اس کی فضیلت کے باب میں

تم نے لہو بہایا محمد کے لال کا

اب دور آ رہا ہے تمہارے زوال کا

کرنا پڑے گا سامنا اس کے جلال کا

مل جائے گا جواب تمہارے سوال کا

کنبے کو میرے ساہوں مارا ہے بے گناہ

شبیرؑ کا سر تن سے اتارا ہے بے گناہ

اے شامیوں خدا تمہیں پوچھے یہ کیا کیا
تم نے سوار دوش نبی کو ذبح کیا
وعدہ کیا مگر نہیں اس کو وفا کیا
کرب و بلا کے دشت میں محشر بپا کیا
تم نے خیام اہل حرم کو جلا دیا
اور مرثیہ ' آل نبی کو بھلا دیا

اب دل پہ ہاتھ رکھ کے یہ پوچھو ضمیر سے
بچے کو چھ مہینے کے مارا ہے تیر سے
تم ہی بتاؤ دشمنی کیا تھی صغیر سے
تم اس کی سزا پاؤ گے رب کبیر سے
دیتی تھی وہ دھائی کھڑی در کے سامنے
مارا ہے شیر خوار کو مادر کے سامنے

اے شامیوں یہ زینبِ مضطر کا ہے سوال
کس جرم میں حسن کا کیا لال پائمال
ماں جس کی اب بھی کہتی ہے آئے گا میرا
لال
دلہن کے ہاتھ خون کی مہندی سے کیے لال
وہ ظلم ہوا قاتلوں کے اژدہام میں
لائے تھے ٹکڑے لاش کے بھائی خیام میں

برچھی سے مارا تم نے شبیہ رسول کو
پیکان سے ذبح کر دیا اصغر سے پھول کو
دعوت دی تم نے قہر خدا کے نزول کو
دکھ اور پھر سے تم نے دیا ہے بتول کو
روتی ہے بے بسی بھی مقدر کے سامنے
بیٹے کا سر سناں پہ ہے مادر کے سامنے

العباسؑ

مرثیہ حضرت عباس علیہ السلام

سچ ہے ازل کے دن ہی سے ہے خودغرض بشر
رہتا ہے اس کے نفس پر اغراض کا اثر
حق بات کرنا بھی تو ہے اک فرض معتبر
مخلص ہو دین سے تو ہے انساں بلند تر

دراصل احترام عقیدت کی ہے اساس
ایثار کا یہ جذبہ محبت کی ہے اساس

ایثار کا یہ جذبہ بنا ہے بشر کا ناز
اس سے ہوا ہے نفرت والفت میں امتیاز
اس سے اگر ہو خالی تو بیکار ہے نماز
قربانی انبیا کو بھی کرتی ہے سرفراز

الفت کا اب جہاں میں وہ معیار ہی نہیں
حرص و ہوس ہے قلب میں ایثار ہی نہیں

ایثار کا زمانے میں جذبہ نہیں رہا
دعویٰ ہے اور وفا کا قرینہ نہیں رہا
اب ایک دوسرے پہ بھروسا نہیں رہا
کوئی بشر کسی کا سہارا نہیں رہا

حرکت یہ کرتے پھرتے ہیں انسان کی طرح
لیکن رویّے رکھتے ہیں حیوان کی طرح

جس میں اگر یہ خصلت ایثار ہی نہیں
پھر وہ محبتوں کا سزا وار ہی نہیں
غفلت میں اس کی روح ہے بیدار ہی نہیں
سب کچھ سہی مگر وہ وفا دار ہی نہیں

ہر شخص کا ہے دعویٰ محبت کا دیکھ لو
ہر تن پہ ہے لبادہ شرافت کا دیکھ لو

اپنی ہی زندگی میں ہے اب مست آدمی
دولت کے ساتھ ہوگیا پیوست آدمی
ایثار سے ہوا ہے تہی دست آدمی
الفت سے دور تر ہے سرِ دست آدمی
حق کب ملے گا آج تمہیں معتبر کے پاس
اب تو نہیں ہے شر کے سوا کچھ بشر کے پاس

آنکھیں اسی طرح ہیں مگر وہ نظر نہیں
عالم برائے نام ہے وہ معتبر نہیں
دعویٰ حمیتوں کا ہے اس کا اثر نہیں
ایثار دور فرض کی اپنے خبر نہیں
یہ دور آ گیا ہے انوکھے نظام کا
ملتا نہیں جواب کسی سے سلام کا

ایثار کی جہان میں دولت نہیں رہی
دعوے بہت ہیں اصل محبت نہیں رہی
انساں کے خون کی بھی وہ قیمت نہیں رہی
ظالم سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رہی

اب آدمی مشین ہے میرے خیال میں
یہ پھنس گیا ہے دولت دنیا کے جال میں

جنس وفا میں ہوگئی معیار کی کمی
نفرت کا بیج بن گئی ایثار کی کمی
ایثار کی کمی سے ہے کردار کی کمی
ظاہر ہوئی ہے حُبِّ علمدارؑ کی کمی

دوری حسینیت سے تباہی میں ڈھل گئی
تصویرِ خُلق نارِ یزیدی میں جل گئی

عالم میں ہے خلوص کا ایثار راستہ
ایثار کے عروج ہی کا نام ہے وفا
معراج خُلق ہی کا نمونہ ہے کربلا
دشت وفا سے مل گئی ایثار کو جلا
قربانیوں کا دشت میں معیار مل گیا
اور لشکرِ وفا کو علمدار مل گیا

رسم وفا میں بات ڈھلی کربلا کے بعد
ایثار کی یہ شمع جلی کربلا کے بعد
عباسؑ ہیں مثال علیؑ کربلا کے بعد
جن سے وفا کی ریت چلی کربلا کے بعد
مظلوم دو جہاں کو سکندر بنا دیا
عباسؑ نے وفا کا مقدر بنا دیا

عباسؑ ہی سے دہر میں آرائشِ وفا
ان کا عمل تمام وفا کا ہے آئینہ
شانے کٹا کے لے لیا جنت کا راستہ
ان کے عمل سے دینِ خدا کو ملی بقا

عباسؑ وہ خلوص کا پیکر کہیں جسے
شیر خدا کی ذات کا جوہر کہیں جسے

عباسؑ تاجدار وفا جلوۂ جلی
اخلاص کا وفاؤں کا ایثار کا ولی
عباسؑ لے کے تیغ جو چل دے تو ہے علیؑ
اس کے عمل سے شمعِ خلوص و وفا جلی

یہ بھی تو معجزہ ہے پیمبرؐ کی آل کا
قائم علم ہے آج بھی حیدرؑ کے لال کا

عباس وہ جری ہے جسے دیکھ کر عدو
کرتا ہے اپنے مرنے کی میداں میں آرزو
تھی کربلا میں جسکو شہادت کی جستجو
جس کا لب فرات گرا خاک پر لہو
جس نے خلیلی خواب کو تعبیر بخش دی
نام وفا کو دشت میں توقیر بخش دی

پانی کے ساتھ جس نے لہو بھی بہا دیا
عباس نے وفا کا قرینہ سکھا دیا
ہر مفلس جہاں کو تو نگر بنا دیا
قطرے کو معجزے سے سمندر بنا دیا
باطل کی مومنوں سے کدورت ہے آج بھی
عباس کے عمل کی ضرورت ہے آج بھی

عباسؑ نے سکینہؑ کو حق سے کیا طلب
تھی زندگی بھتیجی کی عباسؑ کے سبب
بچے جو تین روز سے پیاسے تھے روز و شب
بالی سکینہؑ ان سے تھی کہتی بہ امرِ رب
کچھ دیر صبر کر لو ابھی آئیں گے چچا
پانی کی مشک نہر سے پھر لائیں گے چچا

خیمے میں ہے سکینہؑ تو عباسؑ اس طرف
امید اس طرف ہے تو احساس اس طرف
بچوں کی تشنگی پہ ہے وسواس اس طرف
اِک آس اِس طرف ہے تو اک آس اُس طرف
شبیر درد و ہجر کی صورت بنائے ہیں
اِذنِ جہاد کے لئے عباس آئے ہیں

ہتھیاروں سے ہے لیس علمدارؑ باوقار
ہے اذن جنگ کے لیے عباسؑ بیقرار
سرگوشیاں ہیں فوج میں محتاط ہوشیار
بس جنگ کے ہے اذن کا غازیؑ کو انتظار

شیر خدا کا شیر ہے غصے میں ہے بھرا
ہے ہاتھ اس کا قبضۂ شمشیر پر دھرا

غازی نے سر جھکا کے ادب سے کیا کلام
اب اور ضبط کا نہیں یارا مرے امام
دیں اذن اب جہاد کا بے تاب ہے غلام
فوج یزید آ گئی بڑھ کر سوئے خیام

اب اور صبر و ضبط کا یارا نہیں رہا
ان سے جہاد کے سوا چارہ نہیں رہا

بولے حسینؑ تم سے ہے ہم سب کا افتخار
تم سے ہی ہے سپاہ حسینی کا ایک وقار
زیرِ علم ہی زینبؑ کبریٰ کو ہے قرار
عباسؑ تم سے باقی ہے پردے کا اعتبار

پردیس میں جہاں سے گزرنے کے واسطے
کس طرح بھیج دوں تمہیں مرنے کے واسطے

کب تاب چوں چرا کی تھی حکم امام میں
سر کو جھکا کے آگئے غازیؑ خیام میں
دیکھا کہ ہے سکینہؑ کھڑی احترام میں
گویائی کی بھی تاب نہیں تشنہ کام میں

ہتھیار اپنے تن پہ چچا نے سجائے ہیں
شاید یہ پانی سب کے لئے لے کے آئے ہیں

عباسؑ نے اٹھا کے اسے گود میں کہا
اذن جہاد شاہ امم سے نہ لے سکا
تم ہی بتاؤ کیا کرے مجبور ہے چچا
اب سب کی پیاس کا کوئی ساماں کرے خدا
اب اتنا ایک فرض سکینہؑ ادا کرو
بیٹی چچا کے واسطے تم بھی دعا کرو

یہ سن کے وہ گئی پس پردہ جگر فگار
اک خالی مشک ہاتھوں میں لے آئی سوگوار
پھر بولی عموّ پیاس سے بچے ہیں بیقرار
اذن جہاد پر تو نہیں کوئی اختیار
لے جائیں خشک مشک علی کے پسر کے پاس
اب اذنِ آب کے لیے جائیں پدر کے پاس

اصغرؑ پڑا ہے پیاس سے بے حال جایئے
پانی سے بھر کے مشک مری جلد لایئے
پیاسے ہیں تین روز سے پانی پلایئے
اپنا یہ فرض آج چچا جاں نبھایئے

بدحال پیاس سے ہیں انہیں آب دیجئے
اصغرؑ کا واسطہ انہیں سیراب کیجئے

عباسؑ نکلے خیمے سے پھر چشم نم کے ساتھ
شبیرؑ کی طرف گئے مشک و علم کے ساتھ
عباسؑ جارہے ہیں حسینی بھرم کے ساتھ
اور خواہش جہاد ہے اہل ستم کے ساتھ

کی عرض شہ سے خشک ہیں حلقوم پیاس سے
غش میں پڑے ہیں اصغرؑ معصوم پیاس سے

یا شاہ اذن دے دیں اگر اس غلام کو
سیراب آج کردوں ہر اک تشنہ کام کو
دریا کو چھین کر میں الٹ دوں نظام کو
ترسیں گے پھر عدو ترے پانی کے نام کو

پیاسوں کا مجھکو فرض حفاظت عطا کریں
مشکیزہ بھر کے لاؤں اجازت عطا کریں

بولے حسینؑ پانی پہ بچوں کی ہے نظر
دست وفا ہے قبضۂ شمشیر پر مگر
جاؤ سوئے فرات فقط نیزہ تان کر
دنیا کرے گی رشک تمھارے جلال پر

جانے لگا غیور جو تیغوں کی چھاؤں میں
تلوار رکھ دی کھول کے مولا کے پاؤں میں

غازی ہوا روانہ لئے مشک اور علم
ظالم پکارے جائیں گے اب ہم سوئے عدم
زینب کو یاد آگئے بابا کے دم قدم
دریا کی موجیں رک گئیں دہشت سے ایک دم
بولے عدو کہ سامنے اب موت آ گئی
عباس کے وجود سے ہیبت سما گئی

دریا کی سمت چلتے ہوئے وہ تھا دبدبہ
ساحل کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگی سبھی سپاہ
پھیلا کے ہاتھ بچوں نے خیموں میں کی دعا
رکھنا ہمارے سقے کو قائم تو اے خدا
قبضہ کیا فرات پہ تنہا ہی شیر نے
چاروں طرف سے فوج لگی ان کو گھیرنے

غازیؑ نے راہوار سے پھر یہ کیا کلام
تو پی لے تین دن سے ہے تو بھی تو تشنہ کام
ہم پر تو بن سکینہؑ کے پانی ہوا حرام
خیمے میں تشنہ بیٹھی ہیں زینبؑ فلک مقام
غازیؑ نے اپنا پاؤں نکالا رکاب سے
مشک سکینہ بھر لی بڑی آب وتاب سے

بھر کر چلے جو مشک تو اُمڈی سپاہ شام
میدان میں چمکنے لگیں برچھیاں تمام
دریا کنارے ہوگیا فوجوں کا اژدہام
اک دوسرے سے کرنے لگے موت کا کلام
پانی سے پُر یہ مشک جو پہنچی خیام میں
ہوں گے نہ ہم معاف یزیدی نظام میں

یہ سن کے فوج شام نے حملہ بڑا کیا
لشکر کا اس دلیر نے خود سامنا کیا
غازیؑ نے ایک نیزے سے محشر بپا کیا
سونپا گیا جو فرض تھا اس کو ادا کیا

حملے کا جب جواب دیا اس دلیر نے
ساحل پہ موت آ گئی لشکر کو گھیرنے

ہر سمت الاماں کی صدا ہوگئی بلند
خون عدو تھا نیزے کو کچھ اس قدر پسند
آ جائے اس طرف نہ عدو سب تھے فکر مند
عباسؑ کی تھی مٹھی میں لشکر کی جان بند

غازیؑ سے خوف کھاتے تھے گھبراتے تھے لعیں
میدان چھوڑ چھوڑ کے سب جاتے تھے لعیں

حملے کا شیر کرتا تھا آغاز اُس طرف
جسموں سے روح کرتی تھی پرواز اِس طرف
ضرب علیؑ کا ہوتا تھا انداز اس طرف
آتی تھی الامان کی آواز اس طرف
دشمن ڈرے تھے نائب دلدل سوار سے
بے روح جسم ہوتے تھے غازیؑ کے وار سے

غازی یہ چاہتا تھا کہ فوراً علم کے ساتھ
ہو جلد مشک خیمے میں حق کے کرم کے ساتھ
تاخیر ہو نہ جنگ میں اہل ستم کے ساتھ
پانی پیئے سکینہ بھی اہل حرم کے ساتھ
تیروں کے مینہ میں مشک پہ جھک جاتا تھا جری
جوہر علیؑ کے خون کے دکھلاتا تھا جری

حملے کا شیر کرتا تھا آغاز اُس طرف
جسموں سے روح کرتی تھی پرواز اِس طرف
ضرب علیؑ کا ہوتا تھا انداز اس طرف
آتی تھی الامان کی آواز اس طرف
دشمن ڈرے تھے نائب دلدل سوار سے
بے روح جسم ہوتے تھے غازیؑ کے وار سے

غازی یہ چاہتا تھا کہ فوراً علم کے ساتھ
ہو جلد مشک خیمے میں حق کے کرم کے ساتھ
تاخیر ہو نہ جنگ میں اہل ستم کے ساتھ
پانی پیئے سکینہ بھی اہل حرم کے ساتھ
تیروں کے مینہ میں مشک پہ جھک جاتا تھا جری
جوہر علیؑ کے خون کے دکھلاتا تھا جری

تیر و تبر سے مشک بچاتا تھا شہسوار
گھوڑا سوئے خیام اڑاتا تھا شہسوار
جوہر علیؑ کے خوں کے دکھاتا تھا شہسوار
دراصل کیا وفا ہے بتاتا تھا شہسوار
مشکیزے کی تھی فکر فقط اس دلیر کو
اب جنگ سے غرض نہ تھی حیدرؑ کے شیر کو

بیٹھا تھا اک لعین چھپا انتظار میں
بازو کیا بدن سے جدا ایک وار میں
بکھرا لہو دلیر کا اس ریگزار میں
اَب بھی بچانا مشک جو تھا اختیار میں
محروم غازی ہوگیا جب دائیں ہاتھ سے
مشکیزہ اس نے تھام لیا بائیں ہاتھ سے

سنبھلا نہیں تھا شیر ہوا ایک اور وار
محروم اب تھا دوسرے بازو سے شہسوار
پانی کی مشک پر نہ رہا کوئی اختیار
پھر بھی نہ مضطرب ہوا عباسؑ ذی وقار

نظروں کے سامنے جو تھے خیمے امام کے
گھوڑا بھگایا مشک کو دانتوں میں تھام کے

نیزے کہیں تو جسم پہ برچھی کہیں پہ کھائی
پر مشک اپنی تیروں سے عباسؑ نے بچائی
خواہش یہ تھی نہ پیاسا رہے کربلا میں بھائی
بچ جائے ریگزار میں زہراؑ کی سب کمائی

آنکھوں کو بند کر کے دعا کرتے تھے جناب
زخموں سے چور ہو کے وفا کرتے تھے جناب

ناگاہ ایک تیر لگا آ کے مشک پر
پانی سے اور لہو سے ہوا جسم تر بہ تر
بچے دعائیں مانگ رہے تھے بہ چشم تر
غازیؑ نے گھوڑا موڑ لیا بس جھکا کے سر
سر پر لگا جو گرز تو چکرا گیا جری
اور زین سے زمیں کی طرف آ گیا جری

اک ٹیلے سے حسینؑ نے دیکھا یہ ماجرا
چلائے، کیا ہوا مرے عباس کیا ہوا
اس نے نہیں پکارا مدد کو وہ گر گیا
دیکھوں میں کس نظر سے یہ دلدوز سانحہ
آواز دی حسینؑ نے امداد یا علیؑ
سُن لیجئے بس اب مری فریاد یا علی

پکڑے ہوئے کمر چلے جاتے تھے شاہ دیں
آنکھوں سے اپنی اشک بہاتے تھے شاہ دیں
ریتی سے قطع ہاتھ اٹھاتے تھے شاہ دیں
دریا کو پھر یہ بات سناتے تھے شاہ دیں
بھیجا تھا مشک دے کے ترے پاس کیا ہو
پانی جو لینے آیا تھا عباسؑ کیا ہو

پھر کہتے تھے کہ بات کرو مجھ سے میرے بھائی
پانی گئے تھے لینے بہت دیر کیوں لگائی
لگتا ہے کربلا میں میری لٹ گئی کمائی
عباسؑ کی صدا سرِ دریا سے پھر یہ آئی
شرمندہ ہوں امام خدا حافظ و نصیر
جاتا ہے یہ غلام خدا حافظ و نصیر

جس وقت پہنچے لاشِ علمدارؑ پر حسینؑ
دیکھا کہ خوں میں غلطاں ہے حیدرؓ کا نورِ عین
لپٹا کے اپنے سینے سے کرنے لگے یہ بین
آنکھیں تو کھولو آئے مرے دل کو کچھ تو چین

کہتے تھے آنکھ کھولو کہ آیا تمہارا بھائی
اور کچھ تو منہ سے بولو کہ آیا تمہارا بھائی

بولے فلک کو دیکھ کے یہ شاہ کربلاؑ
راضی ہوں میں اسی پہ جو مولا کی ہے رضا
یارب نہ مجھ سے چھین یہ حیدرؑ کا آئینہ
زینبؑ کہاں سے لائے گی اس غم کا حوصلہ

یارب نہ چھین مجھ سے مرا ضوفشاں قمر
لوٹا دے آج مجھ کو مری طاقتِ کمر

عباسؑ نے جو غش میں سنا کلمہ حسینؑ
دیکھا کہ پاس آیا ہے زہرؑا کے دل کا چین
فرمایا مجھ کو بخش دیں حیدر کے نور عین
زینب کہیں نہ خیمے میں کرنے لگی ہو بین
زحمت نہ ہو تو کیجئے بس ایک میرا کا
قدموں پہ اپنے سر مرا رکھ دیں مرے اما

شبیر بولے حد ہے غلامی کی اے دلیر
سارا جہان کہتا ہے تم کو علی کا شیر
تم تو زبر رہے ہو ہمیشہ ہوئے نہ زیر
اب مجھ کو چھوڑے جاتے ہو قسمت کا ہے یہ پھیر
لگ جاؤ میرے سینے سے جاؤ نہ ہم سے
بھائی کو بھائی کہہ کے پکارو مرے غ

غازی نے گڑگڑا کے کہا میری کیا مجال

میں جانتا ہوں آپ ہی ہیں فاطمہ کے لال

ہو آپ سے مقابلہ کوئی نہیں سوال

زہراؑ کے آفتاب کو آتا نہیں زوال

مجھ کو خدا نے شکر ہے سقا بنا دیا

افسوس ہے بھتیجی کو پانی نہ لا سکا

مولا جو آپ لوٹ کے خیموں کی سمت جائیں

سقائی کی یہ کوششیں بچوں کو مت بتائیں

مشکیزہ خون سے بھرا بچی کو مت دکھائیں

لے جا کے یہ علم میری ہمشیر کو تھمائیں

وعدہ کریں کہ دم نہیں باقی غلام میں

مولا نہ لے کے لاش کو جائیں خیام میں

گر ہو سکے تو قبر سرِ نہر ہی بنائیں
لاشہ مرا سکینہؑ کمسن کو مت دکھائیں
عابدؑ کو جا کے بس یہ وصیت مری سنائیں
زینبؑ کے ساتھ بار علمداری وہ اٹھائیں

جاتا ہے یہ غلام خدا حافظ اے حسینؑ
عباسؑ کے امام خدا حافظ اے حسینؑ

اتنے میں آہ موت کی ہچکی انہیں لگی
غازیؑ کے روئے پاک پہ زردی بکھر گئی
پھر باوفا کی جاں سوئے خلد بریں چلی
خیمے کے در سے بالی سکینہؑ پکار اٹھی

دریا پہ نصب ہوگیا عباسؑ کا علم
بابا بھی رو رہے ہیں یہ ٹوٹا ہے کیا ستم

عباسؑ کا علم سرِ دریا ہے کیوں گرا
یہ نہر علقمہ پہ ہے رونے کی کیوں صدا
عمامہ سر سے سید والا کے گر پڑا
مشکیزہ شہ کے ہاتھ میں ہے خون سے بھرا

دادا علیؑ کو شہ نے پکارا فرات پر
لگتا ہے میرے سقے کو مارا فرات پر

دیکھو سوئے خیام چلے آتے ہیں حسینؑ
اکبرؑ سنبھالتے ہیں تو گر جاتے ہیں حسینؑ
مشک و علم بھی خوں سے بھرا لاتے ہیں حسینؑ
پھر اپنی لاڈلی سے یہ فرماتے ہیں حسینؑ

پانی کا ہو سکے گا نہ سامان ہائے ہائے
دریا پہ سو گئے ہیں چچا جان ہائے ہائے

وہ بولی مشک پر ہے لگا کس کا یہ لہو
ہنستے ہیں کس کی موت پہ دریا پہ سب عدو
مشک و علم کی پھیلی ہے خوشبو بھی چارسو
ہم کو ستا رہے ہیں مسلسل یہ حیلہ جو
اس کربلا نے ہم کو ہیں صدمے بہت دے
عموّ سے جارہی ہوں ملاقات کے لئے

یہ کہہ کہ دوڑی نہر کی جانب وہ سوگوار
معصوم کہہ رہی تھی کہ عموّ کے میں نثار
اس دشت میں حسینؑ کا ہے کون غمگسار
پانی کا اب نہیں ہے چچا مجھ کو انتظار
تم ہو چچا کہاں یہ بھتیجی بلاتی ہے
ملنے کو اب سکینہؑ سرِ نہر آتی ہے

روکا جو شاہ دیں نے گری فرش خاک پر
گودی میں لے کے کہنے لگے یوں بچشم تر
فرمایا اے سکینہؑ تمہیں کچھ ہے یہ خبر
ہنگام عصر کاٹیں گے خنجر سے میرا سر
چادر لٹے گی خیمے جلیں گے بوقت شام
ہم بھی جہاں سے کوچ کریں گے بوقت شام

مرثیہ حضرت علی اکبرؑ

ماں باپ کی دعاؤں کا اولاد ہے ثمر
پڑتا ہے ماند سامنے اولاد کے قمر
ان کی پسر کے چہرے سے ہٹتی نہیں نظر
ڈھارس پدر کی بنتا ہے ہر نوجواں پسر
بچپن کے بعد ہوتی ہے اولاد جب جواں
ارمان ان کے بیاہ کے رکھتی ہے دل میں ماں

اولاد والدین کی ہوتی ہے زیب و زین
بیٹا سکون دل کا تو بیٹی ہے نور عین
کڑیل جواں پسر ہوا کرتا ہے دل کا چین
بچوں کو ساتھ لے کے گئے دشت میں حسینؑ
جنگل میں چھ مہینے کا اصغرؑ بھی ساتھ ہے
ڈھارس پدر کی نوجواں اکبر بھی ساتھ ہے

جس کا پدر ہو خلق میں سلطان کائنات
اور پرورش میں جس کی ہو بنت علیؑ کا ہاتھ
ہو ہوبہو رسولؐ کی مانند جس کی ذات
بن جائے اس کے واسطے پھر موت بھی حیات
جس کی رگوں میں خون ہو حیدرؑ کے لال کا
وہ نوجوان ہو گا بہادر کمال کا

آغوش میں حسینؑ کی جو نوجواں پلے
گھر میں رسولؐ پاک کے جو پھولے اور پھلے
انگلی پکڑ کے حضرت عباسؑ کی چلے
سیکھے وہ جنگ پرچم عباسؑ کے تلے
عالم میں جو نبی کی طرح باوقار ہو
اس نوجواں پہ کیوں نہ امامت نثار ہو

چہرے سے جس کے پھوٹتا ہو انبیاء کا نور
اتنا حسین جس پہ کرے حُسن خود غرور
جس کا وجود سید لولاک کا ظہور
ایسا پسر حسینؑ سے ہو جائے آہ دور
کیونکر نہ جائیں پھر وہ پسر کی تلاش کو
ڈر ہے کہ دیکھ لیں نہ کہیں اس کی لاش کو

اسلام کا وقار ہے کربل کا یہ جواں
محفوظ اس کے لحن میں ہے آج بھی اذاں
اکبر کی رہبری میں ہے امت کا کارواں
باطل کو کر گیا ہے پریشاں یہ نوجواں
کربل میں مثل ناطق قرآن بن گیا
شکل نبی میں دین کی پہچان بن گیا

مقتل گواہی دیتا ہے شاہد ہے ریگزار
لیلیٰؑ کا بن گیا پسر اسلام کا وقار
دامن یزیدیت کا کیا جس نے تار تار
تھا قتل گہ میں جس کا شہادت کو انتظار
اکبر ہے عکس نور نبیؐ کے جمال کا
یہ شیر آئینہ ہے علیؑ کے جلال کا

جس کی رگوں میں دوڑ رہا ہو علی کا خون
وہ کس طرح سے لینے دے باطل کو پھر سکون
پھر کیوں نہ اس کی ذات ہو اسلام کا ستون
اس سے لڑے جو شخص ہے وہ پیکرِ جنون
یہ آئینہ نبی کا ہے اپنی صفات میں
لغزش نہیں ہے پاؤں میں جس کی حیات میں

مہتاب رشک کرتا ہے جس کے جمال پر
لرزہ ہے فوج دشت میں جس کے جلال پر
کتنا یقین ہے اسے زہراء کے لال پر
سجدہ کیا ہے شکر کا مقتل کے حال پر
باطل کے سامنے تو یہی حق کی بات ہے
ایمان کل کا کل علی اکبرؑ کے ساتھ ہے

دیکھا نہ چرخ نے نہ ملے گا سرزمین
اکبرؑ کو جتنا شہ کی صداقت پہ تھا یقین
ظالم کے سامنے نہ جھکائی کبھی جبین
نیزوں سے آزماتے رہے دشت میں لعین
کڑیل جواں نے دین کی تقدیر دی بدل
خوابِ یزیدِ وقت کی تعبیر دی بدل

گونجی جو عالمین میں عاشور کو اذاں
ششدر زمین رہ گئی حیران آسماں
مبہوت ہو کے رہ گیا باطل کا کارواں
ظالم کی نوجواں نے بکھیری ہیں دھجیاں
پژمردہ دین اس سے نئی روح پا گیا
کڑیل جواں اذاں کا مقدر بنا گیا

اکبر نے اپنے خون سے مقتل سجا دیا
اس نوجوان نے دشت کو جنت بنا دیا
ظالم کو اپنے صبر سے نیچا دکھا دیا
مرگ جواں نے خون کے آنسو رلا دیا
ہم سب کو روز حشر سفارش کی آس ہے
کنجی مری نجات کی اکبرؑ کے پاس ہے

عاشور کو جو شہ کے مددگار جا چکے
عباسؑ بھی فرات پہ شانے کٹا چکے
زینبؑ کے لال فرض عقیدت نبھا چکے
قاسمؑ کے ٹکڑے چن کے شہِ دیں اٹھا چکے
اکبرؑ یہ بولے جھک کے شہِ خوشخصال سے
اذن جہاد چاہیے زہراؑ کے لال سے

یہ سن کے شاہ دیں کا جگر تھرتھرا گیا
مولا کا ہاتھ شانۂ اکبرؑ پہ آ گیا
آنسو ٹپک کے آنکھ سے حالت بتا گیا
ڈرتے تھے جس سے شاہ وہی وقت آ گیا
لیلاؑ کے نورِ چشم سے زینبؑ کی جان سے
حیران تھے کہ کیا کہیں کڑیل جوان سے

بولے حسینؑ سن مرے غمخوار میرے لال
ہیں میرے مارے جانے کے آثار میرے لال
ہوتی ہے تیز شمر کی تلوار میرے لال
مارا گیا ہے میرا علمدار میرے لال
باقی رہا نہ زورِ کمر اے مرے پسر
سونپوں گا کس کو اپنا یہ گھر اے مرے پسر

اکبر نے سر جھکا کے کہا اے مرے امام
وارث یہی حرم کے ہیں سجادؑ تشنہ کام
چشم کرم کا دشت میں طالب ہے یہ غلام
اب کیجیے قبول مرا آخری سلام
سب جا چکے ہیں کوئی ہمارا نہیں رہا
بابا ہمیں بھی ضبط کا یارا نہیں رہا

بولے حسینؑ مَیں بھی ہوں پل بھر کا مہماں
رخصت پسر کی باپ پہ ہے کس قدر گراں
تیرے لہو کا پیاسا ہے انبوہِ دشمناں
حسان باپ پر کرو اتنا سا میری جاں
خیمے میں جا کے زینبؑ عالی سے پوچھ لو
اٹھارہ سال پالنے والی سے پوچھ لو

جب جنگ کے لئے چلا شبیر کا پسر
کربل میں جلوہ بار ہوا شاہ کا قمر
اتنا حسین چہرے سے ہٹتی نہ تھی نظر
ہم صورت نبیؐ سے جدائی کا تھا اثر
اٹھتے تھے بیٹھتے تھے لرز جاتے تھے حسینؑ
غم سے بہت نڈھال نظر آتے تھے حسینؑ

آمد ہوئی جو شیر کی محشر ہوا بپا
اکبرؑ کی شان دیکھ کے ششدر تھے اشقیاء
لوگوں کو یاد آ گئے سلطانِ انبیاء
سرگوشیوں میں لگ گیا وہ لشکرِ جفا
کس گھر کا یہ چراغ ہے کس ماں کا لال ہے
کڑیل جوان حُسن میں اپنی مثال ہے

کہتا تھا کوئی بھیج دیا نور عین کو
دیکھو کوئی ملا نہ شہِ مشرقین کو
اس کا ذرا خیال نہ آیا حسینؑ کو
ترسے گی اس جوان کی ماں دل کے چین کو
انوار کا ہجوم ہے اس کی جبین پر
اُترا ہے چاند کرب و بلا کی زمین پر

تن کر کھڑا ہوا یہ دلاور ہے دیکھئے
اس کے مقابلے میں یہ لشکر ہے دیکھئے
یہ ہو بہو شبیہ پیمبر ہے دیکھئے
عمامۂ رسول بھی سر پر ہے دیکھئے
حیران ہے زمین تو ششدر ہے آسماں
مقتل میں ایسی شان سے آیا ہے نوجواں

چہرے پہ اس کے نور ہے مانند آفتاب
دیکھو تو نوجواں کا قیامت کا ہے شباب
ہے گلشن رسول کا اک قیمتی گلاب
پر کیا کریں کہ اب ہمیں لڑنا بھی ہے شتاب
دنیا میں جی نہ پائیں گے دل کے سکون سے
گر ہم نے اپنے ہاتھ رنگے اس کے خون سے

اتنے میں بڑھ کے آ گیا لشکر کی سمت شیر
اک ایک کر کے کرنے لگا شامیوں کو زیر
سر کٹ رہے تھے لاشوں کے تھے ہر قدم پہ ڈھیر
بھاگے لعین جنگ سے منہ اپنا پھیر پھیر
لاحق تھی فکر لشکر باطل کو جان کی
اللہ رے غضب تھی لڑائی جوان کی

تلوار لے کے بڑھتا تھا جس سمت نوجوان
آتی تھی اس طرف سے صدا ہائے الاماں
مٹ جاتا تھا وہاں سے لعینوں کا ہر نشاں
ہتھیار پھینک کے کرتے تھے سب فغاں
اکبرؑ سے جنگ کرنے سے گھبراتے تھے لعین
اک دوسرے کو دیکھ کے شرماتے تھے لعین

کچھ ایسی جنگ کرتا تھا زینبؑ کا لاڈلا
میدان جنگ اٹ گیا لاشوں سے جا بجا
ہر سمت تھی لعینوں کی فریاد کی صدا
جھولی اٹھا کے خیمے میں دیتی تھی ماں دُعا
اکبرؑ کو دشمنوں سے بچا لے خدائے پاک
کڑیل جوان تیرے حوالے خدائے پاک

وہ جنگ کی شبیہ پیمبر نے تشنہ لب
تلوار تھی کہ فوج پہ اللہ کا غضب
اوندھے پڑے تھے خاک پہ ملعون جاں بلب
ملتا نہ تھا کئی کا تو مرنے کا بھی سبب
خیمے سے آتی تھی صدا اے شیر مرحبا
کیا خوب دشمنوں کو کیا زیر مرحبا

اس طرح جنگ کرتا تھا شبیرؑ کا پسر
ہوتا تھا دشت لشکر بد کے لہو سے تر
آتا تھا سامنے جو نہ بچتا تھا اس کا سر
تھی شاہ دیں کی اکبرؑ ذیشاں پر نظر
اوجھل نظر سے ہوتے تو جاتا تھا دل کا چین
گھبرا کے ہاتھ ملتے تھے پھر دشت میں حسینؑ

اللہ رے لڑائی وہ حیدرؑ کے لال کی
اکبرؑ نے جنگ دشت میں کر دی کمال کی
تھی ابتداء اسی سے یزیدی زوال کی
اکبرؑ کو تھی خبر دلِ مادر کے حال کی
لاحق یہ فکر تھی کہیں خواہر نہ دیکھ لے
زخمی بدن کو خیمے سے مادر نہ دیکھ لے

اکبر کو زخمی دیکھ کر اڈی سپاہِ شام
نیزوں کے بیچ گھر گیا زینبؑ کا لالہ فام
کہتے لعیں تھے کام کرو اس کا اب تمام
گھبرا کے اٹھ کھڑے ہوئے شبیر تشنہ کام
آتا نہ تھا قرار شہِ مشرقین کو
کچھ اس قدر تھی فکر پسر کی حسینؑ کو

کھا کر سناں جو رن میں گرا شہ کا نازنیں
کانپا فلک لرزنے لگی دشت کی زمیں
گھبرا کے آئیں رن کی طرف زینبؑ حزیں
چادر اُلجھ کے گر گئی شبیرؑ کے قریں
کہتی تھی قتل گہہ کی مجھے راہ دو بتا
اکبر ہے کس طرف مجھے لِلّٰہ دو بتا

دیکھا جو شہؑ نے گر گیا گھوڑے سے لالہ فام
پھر دی صدا قبول کریں آخری سلام
مقتل کی سمت دوڑ پڑے شاہ تشنہ کام
کچھ اس قدر ضعیف ہوئے وقت کے امام
بیٹے کا استغاثہ سنائی نہیں دیا
مقتل کا راستہ بھی دکھائی نہیں دیا

کہتے تھے خیر کرنا مرے رب ذوالجلال
اب دشمنوں میں گر گیا گھوڑے سے میرا لال
پھر دیکھ کر وہ نہر سے کرتے تھے یہ سوال
عباسؑ مرے چاند پہ کیا آ گیا زوال؟
اکبرؑ کو دشمنوں سے بچاتے نہیں ہیں آپ
کیوں فرض اپنا آ کے نبھاتے نہیں ہیں آپ

مقتل کو گرتے پڑتے شہِ بحر و بر چلے
بیٹے کو دیکھنے کے لئے نوحہ گر چلے
طاقت نہ تھی بدن میں شہ دیں مگر چلے
میدان سے اٹھانے کو لاش پسر چلے
فرماتے تھے صدا تو سناؤ مرے پسر
تم کس جگہ پڑے ہو بتاؤ مرے پسر

کہتے تھے اپنا حال سناؤ مرے جواں
کس جا ہو تم پدر کو بتاؤ مرے جواں
ہم گر پڑے ہیں آ کے اٹھاؤ مرے جواں
ماں منتظر ہے خیمے میں آؤ مرے جواں
اہلِ حرم کو آ کے ذرا دیکھ بھال لو
اکبرؑ پدر ضعیف ہے آ کر سنبھال لو

آنکھوں سے سوجھتا نہیں میں آؤں کس طرح
ہنستے ہیں سب لعین تمہیں پاؤں کس طرح
تم ہی بتاؤ ماں کو میں سمجھاؤں کس طرح
گریہ کناں سکینہ کو بہلاؤں کس طرح
تنہا ہوں میرا کوئی مددگار ہے کہاں
اس دشت میں تو کوئی وفادار ہے کہاں

اے ارضِ کربلا مرے دلبر کا کیا ہوا
اے دشتِ نینوا مہِ انور کا کیا ہوا
دیتا نہیں صدا علی اکبر کا کیا ہوا
اب تو ہی کچھ بتا کہ سخنور کا کیا ہوا
اس کو کہاں عدو نے گرایا ہے کچھ بتا
کیا زیرِ خاک اس کو چھپایا ہے کچھ بتا

لاش پسر پہ آ گئے گریہ کناں حسینؑ
دیکھا لہو میں غرق ہے زینبؑ کا نور عین
تم ہی بتاؤ کیا کریں اب شاہ مشرقین
سینے کا زخم دیکھ کے گھبرا گئے حسینؑ

اکبر کس امتحاں سے گزرتا ہے ہائے ہائے
کڑیل جوان سامنے مرتا ہے ہائے ہائے

اکبرؑ نے آنکھ کھول کے شہ سے کیا کلام
فرمایا ہے غلام کا اب آخری سلام
افسوس ہم بھی چھوڑ چلے سب کو تشنہ کام
مادر کو دیجیے گا مرا آخری پیام

آنے میں ہو گئی مرے تاخیر بخش دیں
کہیے گا اپنے لال کی تقصیر بخش دیں

ایسے میں جب کہ ارض و سما بھی تھے اشکبار
خونِ جواں سے ہو گیا رنگین ریگزار
آثارِ مرگ تھے رخِ اکبر پہ بار بار
حسرت سے دیکھا باپ کو بیٹے نے ایک بار
ماں کا تڑپتا رہ گیا دل خیمہ گاہ میں
اکبر کا دم نکل گیا آغوشِ شاہ میں

وہ دشت اشکبار تھا چشم فلک تھی تر
کڑیل جواں کی لاش اٹھانے لگا پدر
لاشہ جواں کا باپ کی ٹوٹی ہوئی کمر
لرزاں تھا جسم شاہ کا آتا نہ تھا نظر
لے کر علی کا نام اٹھائی پسر کی لاش
جب اٹھ نہ سکی پھر سے لٹائی پسر کی لاش

دریا کی سمت دیکھ کے بولے بصد فغاں
عباسؑ آج ہو گیا شبیر ناتواں
دیکھو پڑا ہے خاک کے بستر پہ نوجواں
مَیں نے تو تھا بنایا تمہیں میرِ کارواں
شمشیر کھینچ لیتے تھے تم بات بات پر
اب سو رہے ہو چین سے تنہا فرات پر

ڈوبا لہو میں اکبرؑ ذیشان کیا کروں
زینبؑ ہے خیمہ گہ میں پریشان کیا کروں
وہ ریت پر ہے پارہ قرآن کیا کروں
مَیں خود ہوں ایک پہر کا مہمان کیا کروں
گر ہو سکے تو آ کے اٹھاؤ پسر کی لاش
مقتل سے خیمہ گاہ میں لاؤ پسر کی لاش

دیکھو تو کیسا بھائی پہ صدمہ گزر گیا
کڑیل جواں پسر مری گودی میں مر گیا
پیری میں زندگی مری ویران کر گیا
کس سے کہوں مَیں اب مرا نورِ نظر گیا
دنیا سے مرا گیسوؤں والا چلا گیا
بھیا ہمارے گھر کا اجالا چلا گیا

اب کون تھا جو آ کے اٹھائے پسر کی لاش
خیمے میں شاہ کھینچ کے لائے پسر کی لاش
ڈوبی ہوئی تھی خون میں نورِ نظر کی لاش
مادر نے دیکھی جس گھڑی رشکِ قمر کی لاش
چلائی مرا ہسلیوں والا گزر گیا
اٹھارہ سال جس کو تھا پالا وہ مر گیا

شانہ ہلا کے زینب ناچار نے کہا
ماں کے اب احترام میں اٹھو اے مہ لقاء
مادر کو اور پھپھی کو تھا ارمان بیاہ کا
اب ہے لہو تمہارا یہ مسند پہ جا بجا
یہ دل تڑپ رہا ہے ذرا بول چال لو
ماں گر پڑی ہے خاک پہ اکبرؑ سنبھال لو

اور پھر اٹھا کے ہاتھ یہ مادر نے دی دُعا
یا رب ہوا ہے دین پہ صدقے یہ مہ لقاء
اس کے لہو سے بخش دے اسلام کو بقا
آئی فلک سے. ہاتف غیبی کی یہ ندا
اس کے لہو نے ناؤ بھنور سے نکال دی
اسلام کے بدن میں نئی روح ڈال دی

مرثیہ

سیدہ سکینہؑ بنت الحسین علیہ السلام

عالم میں بنی صبر کا معیار تری ذات
زہرا کا نمونہ ترا کردار تری ذات
کونین کو کرتی ہے عزادار تری ذات
اُمت کی سفارش کی روا دار تری ذات

ظلمت میں مجھے شمس وقمر دیتی ہے بی بی
خالی ہو مری جھولی تو بھر دیتی ہے بی بی

شبیر کی یہ لاڈلی نازوں سے پلی ہے
یہ باغ امامت کی اک انمول کلی ہے
گفتار میں کردار میں یہ بنت علیؑ ہے
افسوس مگر اس کی عبا رن میں جلی ہے

کمسن ہے مگر کام وہ انجام دیا ہے
انسان کو کونین میں اسلام دیا ہے

تحریک کا آغاز ہے شبیرؑ کی بیٹی
مظلوم کی آواز ہے شبیرؑ کی بیٹی
کونین میں ممتاز ہے شبیرؑ کی بیٹی
اور انبیاء کا ناز ہے شبیرؑ کی بیٹی

بچپن ہی میں یہ پیکرِ انوار بنی
ہر عہد میں اک صبر کا معیار بنی

انسان کی حکمت کو سکینہؑ نے بچایا
آدم کی فضیلت کو سکینہؑ نے بچایا
اسلام کی عزت کو سکینہؑ نے بچایا
ساری بشریت کو سکینہؑ نے بچایا

مومن پہ سکینہؑ نے یہ احسان کیا
ان کے لئے بخشش کا بھی سامان کیا

کیا بات سکینہؑ کے لبوں پر ہے خودی کی
خود موت نے کی بات حیات ابدی کی
کس شان سے طے منزلیں کیں تشنہ لبی کی
یہ فاطمہؑ کی بات ہے یہ مولا علیؑ کی

انسان کی بخشش کیلئے آپ ہیں زینہ
میں خود ہوں غلام آپ کا اے بالی سکینہؑ

یہ نور جو دانش کا زمانے کو ملا ہے
یہ حق کا کرم ہے یہ سکینہؑ کی عطا ہے
ہے اُس کا یقیں دین محمدؐ جو بچا ہے
تا حشر مساجد میں اذانوں کی صدا ہے

اسلام سلامت رہا ظلمت کے ستم سے
یہ دین بقا پا گیا بچی کے کرم سے

یہ شام غریباں ہے یہ مشکل کی گھڑی ہے
آفت نئی اک آل پہ اب آن پڑی ہے
کیا صبر ہے بچی کا جو باطل سے لڑی ہے
مشکل میں ہے اور بیبیوں کے ساتھ کھڑی ہے
مومن کے لئے درد کا درمان سکینہؑ
دشواریاں سب کرتی ہے آسان سکینہؑ

مشکل پہ سکینہؑ نے کہا یا علیؑ امداد
دامن جو جلا آئی صدا یا علیؑ امداد
دُرے جو لگے آئی ندا یا علیؑ امداد
ہونٹوں پہ مصیبت میں رہا یا علیؑ امداد
مشکل کی گھڑی ساقئ کوثرؑ کو پکارا
اور پیاس میں عباسؑ دلاور کو پکارا

باقی ہے سکوں دل کا تو بی بیؑ کے کرم سے
جب بھی لکھا ہے نام سکینہؑ کا قلم سے
آنسو ہی رواں دیکھے ہیں غازیؑ کے علم سے
زخمی ہوئے کان اس کے ستمگر کے ستم سے

جز قید کے اب کوئی بھی چارہ نہیں باقی
غازیؑ کا سکینہؑ کو سہارا نہیں باقی

بچی کی اذیت کو اگر دیکھ لے کوئی
اس منظر حسرت کو اگر دیکھ لے کوئی
توقیر رسالت کو اگر دیکھ لے کوئی
مولا کی مشیت کو اگر دیکھ لے کوئی

کچھ فرق نہیں پائے گا وہ آل نبی میں
کلثومؑ میں زینبؑ میں سکینہؑ میں کسی میں

ویرانیٔ صحرا میں ہوئی شام غریباں
سہمے ہوئے بچے ہیں تو ہر بی بیؑ پریشاں
ہر دل یہاں زخمی ہے تو ہر آنکھ ہے گریاں
زینب ہیں سکینہؑ کے لئے مضطر و حیراں
کہتی ہیں کہ بچوں کو گلے آ کے لگالو
بے چین ہے اپنی پھوپھی اماں کو سنبھالو

کہتی ہیں یہ رو کر علیؑ اکبر نہیں موجود
قاسمؑ بھی نہیں ہیں علی اصغرؑ نہیں موجود
اب کون سلائے تمہیں سرور نہیں موجود
امداد کو عباسؑ دلاور نہیں موجود
جاتے ہوئے تم کو مجھے سونپا تھا پدر نے
اف کیسی قیامت ہے جو دیکھی ہے نظر نے

کٹتا ہوا شبیرؑ کا سر دیکھا ہے تم نے
لٹتا ہوا سرکارؐ کا گھر دیکھا ہے تم نے
منظر تھا المناک مگر دیکھا ہے تم نے
نیزے پہ بھی اُف باپ کا سر دیکھا ہے تم نے

بے پردگی میں تم بھی بندھے ہاتھ رہو گی
اور شام تلک بیبیوں کے ساتھ رہو گی

کانوں سے لہو بالی سکینہؑ کے رواں ہے
لاوارثی کا شام غریباں میں سماں ہے
رخسار پہ بچی کے طمانچے کا نشاں ہے
سر رکھ کے جہاں سوتی تھی وہ سینہ کہاں ہے

دُر چھن رہے ہیں کون مدد کے لئے آئے
اب تم ہی بتاؤ کہ سکینہؑ کہاں جائے

اٹھتا ہے دھواں اور اندھیرا ہے بہ ہر سو

اور فوج یزیدی کا بھی گھیرا ہے بہ ہر سو

لشکر کو بھی اعدا نے بکھیرا ہے بہ ہر سو

یعنی کہ یزیدوں کا بسیرا ہے بہ ہر سو

گم بچی کو کس طرح سے اب پائے گی زینب

کس سمت بھلا ڈھونڈنے اب جائے گی زینب

ہے ہاتھ میں کوزہ وہ یہی کہتی ہے ہر بار

اصغرؑ ہو کہاں تم' مرے بھیا' مرے دلدار

اس درد یتیمی سے مری آنکھ سے خونبار

اس اجڑے علاقے میں نہیں کوئی بھی غمخوار

مقتل کی طرف دوڑتی جاتی ہے سکینہؑ

تم ہو کہاں عباسؑ بلاتی ہے سکینہؑ

مقتل میں کبھی ڈھونڈتی ہے لاشۂ سرور
قاسمؑ کی کبھی لاش، کبھی لاشۂ اکبرؑ
بیکل ہے نظر آئے کہیں لاشۂ اصغرؑ
پاتی نہیں اف لاشۂ عباسؑ دلاور
ڈرتی ہے تو دیتی ہے صدا اے مرے مولا
گھر دشت میں زہرا کا جلا اے مرے مولا

لاشوں سے یہ کہتی ہے کہ سرورؑ ہیں کہاں پر
یہ پوچھتی ہے خوف سے اصغرؑ ہیں کہاں پر
قاسمؑ ہیں کہاں پر، علی اکبرؑ ہیں کہاں پر
کوئی کہو عباسؑ دلاور ہیں کہاں پر
بولے تو کوئی ڈھونڈنے آئی ہے سکینہؑ
جام آب کا اب ہاتھ میں لائی ہے سکینہؑ

عمو ہمیں کوئی نہ خبر آئی تمہاری
گرتا جلا کوئی نہ مدد پائی تمہاری
ہے عصر سے مشکل میں یہاں جائی تمہاری
چادر بھی چھنی، ہو گئی رسوائی تمہاری

سر چھپ سکے اتنا بھی ٹھکانہ نہیں باقی
تھا ساتھ تمہارے جو زمانہ نہیں باقی

آپ آئیں گے جس دم تو میں گھر جاؤں گی عمو
ورنہ کہیں اس دشت میں مر جاؤں گی عمو
لگتا ہے یہیں جاں سے گزر جاؤں گی عمو
کس کس کو پکاروں گی کدھر جاؤں گی عمو

کچھ اور تو ممکن نہیں اس رنج و محن میں
میت پہ چلی آؤں گی پابند رسن میں

عمو جو نہیں آپ بلا لیجئے بابا
سینے پہ ہمیں پھر سے سلا لیجئے بابا
بھائی علی اکبر کو جگا لیجئے بابا
ہم گھر گئے ظلمت میں بچا لیجئے بابا
جنگل کے اندھیرے میں تو ڈر لگتا ہے بابا
نیزے پہ جو ہے آپ کا سر لگتا ہے بابا

جانے پھوپھی کس جا ہیں کہاں ہیں مری مادر
نیزے کی انی سے ہے چھنی دشت میں چادر
کچھ آپ خبر لیتے ہیں عمو نہ برادر
بابا ہیں پھوپھی آپ کی مانند دلاور
آپ آئیں تو حیدرؑ کے لٹے گھر پہ نظر ہو
زینبؑ اور سکینہؑ کے کھلے سر پہ نظر ہو

القصہ ہوئی قید چلی شام کی جانب
سونپا تھا جو اللہ نے اس کام کی جانب
لڑنے کو چلی دشمن اسلام کی جانب
بڑھنے لگا دشمن بھی بدانجام کی جانب

اس قافلے میں ہے پھوپھی بادیدۂ تر ساتھ
چلتے ہوئے سر خم ہے، تو بابا کا ہے سر ساتھ

روتی ہے کبھی عابدؑ مضطر کو جو دیکھے
فریاد کبھی کرتی ہے مادر کو جو دیکھے
نیزے پہ پدر کے سر انور کو جو دیکھے
ماں اور پھوپھی کے وہ کھلے سر کو جو دیکھے

اب امن کے اور آشتی کے دن وہ کہاں ہیں
آ جایئے اس وقت چچا آپ جہاں میں

کہتی ہے کہ مجمع سے عدو کے ہے ہمیں ڈر
اس شام کے بازار میں دل اپنا ہے مضطر
ڈرے ہمیں لگتے ہیں سروں پر نہیں چادر
سیدانیاں بے پردہ ہیں' یہ بوجھ ہے جاں پر
میں تھک گئی ہوں کوئی مرے پاس نہیں ہے
بچوں کا کسی کو یہاں احساس نہیں ہے

بازار ہوا ختم تو دربار میں پہنچی
نازوں کی پلی اک نئے آزار میں پہنچی
معصومہ غرض مجمع کفار میں پہنچی
سائے میں پھوپھی جان کے دربار میں پہنچی
حلقوم میں اک رسّی سکینہؑ کے پڑی ہے
سہمی ہوئی وہ اوٹ میں زینبؑ کے کھڑی ہے

یہ آل عبا پر ہے مصیبت کا کڑا وقت
ہم دیکھنے کو رہ گئے دنیا میں بُرا وقت
ہم جس میں پلے تھے نہیں اچھا وہ رہا وقت
ہر شخص کا یکساں نہیں رہتا ہے سدا وقت

یہ اور سکینہؑ پہ مصیبت کی گھڑی ہے
نامحرموں کے سامنے بے پردہ کھڑی ہے

کہتا ہے لعین ایک سکینہؑ ہے خوش القاب
عصمت کے فلک کا یہ درخشندہ ہے مہتاب
بیٹی ہے یہ شبیرؑ کی، جو گوہر نایاب
جب سے یہ چھٹی باپ سے، ہے مضطر و بیتاب

ہاں اس کی جبیں نور سے شاداب بہت ہے
بابا سے ملاقات کو بیتاب بہت ہے

یہ سن کے مخاطب ہوا بچی سے ستمگر
پوچھا جو کہو آئیں پدر آپ ہی چل کر
بولی جو پدر آئیں تو کیا اس سے ہے بہتر
شہ آئیں یہاں خود تو مرا بخت ہو یاور

پھر طشت سے ملعون نے رومال اٹھایا
سر باپ کا سہمی ہوئی بیٹی کو دکھایا

پر جو نظر اٹھی تو معصوم پکاری
بابا تھے کہاں آپ ، خبر لی نہ ہماری
چادر پھوپھی کے سر پہ سے نیزے سے اتاری
عاشور سے روتی رہی میں درد کی ماری

جب ڈھا رہا تھا شمر غضب کیوں نہیں آئے
ڈر چھن رہے تھے دشت میں تب کیوں نہیں آئے

چپ کیوں ہوئے' کچھ تو کہو' میں تم پہ فدا آہ
آواز کو ترستی ہوں' اب دے دو صدا آہ
کرتی تھی دعائیں' تمہیں ملوا دے خدا آہ
کس طرح میں دیکھوں گی یہ سر تن سے جدا آہ

بابا میں سکینہؑ ہوں' ذرا آنکھ تو کھولو
بیٹی سے ذرا پیار کے دو بول تو بولو

بابا جو گئے آپ تو خیموں کا وہ جلنا
بھڑکے ہوئے شعلوں کا وہ خیموں کو نگلنا
زر کے لئے ایک ایک مسلماں کا بدلنا
سایے میں پھوپھی جان کے بچوں کا سنبھلنا

بے پردگی میں ہم پھرے دن رات سرِ عام
عابدؑ ہمیں لائے ہیں سنبھالے ہوئے تا شام

ہاتھ اپنے رسن بستہ ہیں آپ آ کے چھڑائیں
جس طرح بلاتے تھے مجھے پھر سے بلائیں
نیند آئی ہے، سینے پہ مجھے پھر سے سلائیں
میں تھک گئی، آ کر مجھے گودی میں اٹھائیں
ہرگز نہ بغیر آپ کے گھر جاؤں گی بابا
گر آپ نہ آئے تو میں مر جاؤں گی بابا

اب آپ کہیں کس سے کہوں دل کی یہ روداد
صحرا سے سر شام منازل کی یہ روداد
خنجر کا بیاں، باپ کے قاتل کی یہ روداد
بے پردگی کے سارے مراحل کی یہ روداد
گردن کی رسن کیسے اتارے گی سکینہؑ
عمو بھی نہیں کس کو پکارے گی سکینہؑ

بچی کی سنی بات تو بولا وہ جفا کار
لے لوں نہ کنیزی میں تجھے شہ کی دل افگار
یہ سن کے غضب ناک ہوئیں زینبؑ خوددار
بولیں ہے ادب لازمی خاموش ہو بدکار

لے جائے گا تو اس کو' تری بے خبری ہے
بچی نہیں' یہ مرتبے میں بنتؑ نبی ہے

یہ سنتے ہی معصومہ کا دل خوف سے کانپا
آنسو بہے اور خوفِ کنیزی ہوا پیدا
یوں خوفزدہ ہو گئی بس اس کو غش آیا
چہرے سے عیاں درد یتیمی کا اثر تھا

زینبؑ یہ پکاری کہ ہوا کیا ذرا بولو
دل ہو گیا بے چین' ذرا آنکھ تو کھولو

دربار سے جانے جو لگی جانب زنداں
لیکن وہ شریعت کے رہی تابعِ فرماں
بابا کو صدا دیتی تھی حیران و پریشاں
آنسو تھے رواں جوش میں تھا دیدۂ گریاں

زنداں میں اندھیرا تھا تو گھبراتی تھی بچی
آہٹ بھی جو ہوتی تھی تو ڈر جاتی تھی بچی

دریافت کیا، اڑتے پرندوں کو جو دیکھا
بتلاؤ پھوپھی، ان کا ارادہ ہے کدھر کا
زینبؑ نے کہا، گھر کی طرف ان کا ہے رستہ
ہم ہوکے رہا دیکھیں گے یونہی وطن اپنا

گھر میں تمھیں صغرا سے بھی ملواؤں گی بی بی
دادی کی وہاں قبر پہ لے جاؤں گی بی بی

جب قید میں روتی تھی وہ معصوم دل افگار
دیتے تھے دلاسا اسے پھر عابد بیمار
کہتے تھے کہ آنسو نہ بہا اے مری غمخوار
کر صبر کہ کچھ دن کا ہے یہ عرصۂ آزار
آزادی بھی اس قید سے تم پاؤ گی اک دن
گھر بھر سے ملاقات کو تم جاؤ گی اک دن

سر اس کا رکھے گود میں کہتے تھے یہ سجادؑ
آنکھوں سے یہ گھر دیکھو گی اک روز تم آباد
جس جس نے دیا کرب وہ ہو جائے گا برباد
تم جلد ہی اس قید سے ہو جاؤ گی آزاد
ہاں گھر کا سکوں جلد ہی تم پاؤ گی بی بیؑ
تم اپنے وطن ساتھ مرے جاؤ گی بی بیؑ

یہ بات سنی، آنکھوں کو کھولا، ہوئی گویا
عمّو نہیں، اکبرؑ نہیں، ملتے نہیں بابا
اب کون مدد کے لئے آئے گا خدایا
کس طرح رہا ہو کے میں دیکھوں گی گھر اپنا

اے بھائی مجھے آپ یہ دیتے ہیں دلاسے
جس طرح سے آئے نہ چچا ہم رہے پیاسے

ہم دیکھیں گے آباد یہ گھر ہو گا دوبارہ
عمّو کو لعینوں نے ہے بے دردی سے مارا
سرتن سے مرے بابا کا مقتل میں اتارا
قتلِ علی اصغر کا بھی دیکھا ہے نظارا

یہ سب نہ ہوں جو گھر میں تو گھر کیا رہے بھائی
ماں باپ نہ ہوں ساتھ تو کیا گھر بسے بھائی

لگتا ہے اندھیرے ہی میں گھٹ جائے گا یہ دم
کیا یاد کریں گے ہمیں ہوں گے نہ اگر ہم
ہو جائیں گے پھر دور سکینہؑ کے سبھی غم
جانے سے مرے رونق دنیا ہو کہاں کم

ہے علم مجھے آپ ہی دفنائیں گے بھائی
لے کر پھوپھی اماں کو وطن جائیں گے بھائی

یہ سن کے لہو رو دیئے پھر عابدؑ بیمار
اشکوں میں محبت تھی کہ بچی کو کیا پیار
بولے کہ اسیری میں ہے اللہ مددگار
ہونے دو رہا بھائی کو بس تم ذرا اک بار

بس ہوں گے ہم اور اپنا وطن ہو گا مدینہ
پھر جیسا بھی چاہو گی وہی ہو گا سکینہؑ

زنداں سے وطن چھوٹ کے جب جاؤں گا بی بی
کانوں میں نئی بالیاں پہناؤں گا بی بی
پوشاک نئی عید پر بنواؤں گا بی بی
بازار سے چادر نئی لے آؤں گا بی بی

وہ بولی کہ قسمت مری مجبور ہے بھائی
گھر جس میں میں جاؤنگی بہت دُور ہے بھائی

بابا کے بنا کس کو وطن چاہیئے بھائی
سر جس میں ہو شہ کا وہ لگن چاہیئے بھائی
کس کو یہاں جینے کا جتن چاہیئے بھائی
مجھ درد کی ماری کو کفن چاہیئے بھائی

دکھ جتنے سہے میں نے وہی مجھ کو بڑے ہیں
وہ دیکھیئے عمو مجھے لینے کو کھڑے ہیں

ہم جاتے ہیں اے بھائی خدا حافظ و ناصر
اب ختم ہے تنہائی خدا حافظ و ناصر
تقدیر نہ راس آئی خدا حافظ و ناصر
اے فاطمہؑ کی جائی خدا حافظ و ناصر

دینا یہ شہادت' کہ مرا صبر تھا حد میں
مشکیزہ یہ ہو دفن میرے ساتھ لحد میں

یہ کہہ کے ہوئیں بند ذرا دیر میں آنکھیں
دیکھا تو ربابؑ آپ بھی بھرنے لگیں آہیں
نم آنکھیں تھیں پکڑے تھیں مگر بیٹی کی باہیں
کہتی تھیں سکینہ تمھیں دیتی ہوں دعائیں

کیوں بند ہیں آنکھوں کو ذرا کھول دو بیٹی
مادر تجھے دیتی ہے صدا بول دو بیٹی

نبضوں کو ٹٹولا کئے پھر سید سجادؑ
کرنے لگے پھر سر کو جھکائے ہوئے فریاد
لو اماں سکینہؑ ہوئی اب قید سے آزاد
ہم اہل مدینہ ہوئے آ کر یہاں برباد
لختِ جگرِ شاہ مدینہ ہوئی رخصت
سر پیٹو کہ اب ہم سے سکینہؑ ہوئی رخصت

اک بین تھا مادر کا وہ رو رو کے یہ کہنا
کھولو ذرا آنکھیں، کرو اماں کا نظارا
مجھ کو کھ جلی کو تھی رہائی کی تمنا
سوچا تھا کہ مدینے میں قرار آئے گا دل کا
گودی کے مرے دونوں نے پردیس بسایا
افسوس مجھے موت کا پیغام نہ آیا

اصغرؑ تو ہمیں چھوڑ کے جنت کو سدھارے
کیسے میں بھلا سکتی ہوں دکھ درد کے دھارے
ظالم نے مرے سامنے دُر تیرے اتارے
پھر گھڑکیاں دے دے کے طمانچے تجھے مارے
گردش میں رہا وہ ترا قسمت کا ستارا
اس دیس میں برباد گھرانہ ہوا سارا

خیمے جو جلے' جھولا بھی اصغرؑ کا جلا تھا
جب کربلا سے قافلہ کوفے کو چلا تھا
کچھ ظالموں کا خوف تھا اور دشت بلا تھا
تھی ایک رسن جس میں سکینہ کا گلا تھا
بازار میں ہر سمت تماشائی کھڑے تھے
چل چل کے غرض پاؤں میں چھالے بھی پڑے تھے

زینبؑ نے کہا ساتھ مرا چھوڑ رہی ہو
وعدہ جو پھوپھی سے کیا تھا توڑ رہی ہو
کیوں رشتۂ اجل سے مری جاں جوڑ رہی ہو
پھر آج نصیبے کو مرے پھوڑ رہی ہو

دامن میں لگی آگ سرِ دشت بجھائی
تم کھو گئی تھیں ڈھونڈ کے صحرا سے میں لائی

تم کھو گئی ہو پھر سے، مری جان کروں کیا
عابدؑ ہیں کھڑے سخت پریشان کروں کیا
کوئی نہیں ہے دفن کا سامان کروں کیا
تو ہی بتا اے شام کے زنداں کروں کیا

کس طرح کفن دے تمھیں محصور ہے زینبؑ
بیٹی یہ بتا کیا کرے مجبور ہے زینبؑ

اسلام کے مقصد کے لئے جاؤں گی بیٹی
وعدہ رہا میں لوٹ کے پھر آؤں گی بیٹی
تربت میں اسی شہر میں بنواؤں گی بیٹی
اس شہر کی میں سیدہ کہلاؤں گی بیٹی

سجادؑ ہی اب جا کے بسائیں گے مدینہ
زینبؑ نہ تمہیں چھوڑ کے جائے گی سکینہؑ

جب غسل اسے دیتی تھیں زینبؑ جگرافگار
رسی کے نشاں دیکھ کے روتی تھیں لگا تار
چہرے کا ورم دیکھ کے آنکھیں ہوئیں خونبار
کہتی تھیں، ہوئے ختم، ترے دکھ، ترے آزار

اشکوں کو چھپائے ہوئے روتی ہے سکینہؑ
اب چین سے، آرام سے سوتی ہے سکینہؑ

چھوٹی سی لحد قید میں عابدؑ نے بنائی
پھر لاش لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اٹھائی
اور قبلہ رو وہ میتِ معصوم لٹائی
چھوٹی سی بہن تھی جسے دفنا گیا بھائی

تا عمر رہا سامنا بس رنج و محن کا
سجاد کے دل پر رہا اک داغ بہن کا

جب اپنی بہن قبر میں دفنا چکا بھائی
ہاتف کی ندا غیب کے پردے سے یہ آئی
نازاں ہے ترے صبر پر سجادؑ خدائی
کس حوصلے سے لاش سکینہؑ کی اٹھائی

ہوتا ہے بہ ملکِ عدم آباد مدینہ
بابا سے ملاقات کو آتی ہے سکینہؑ

مرثیہ حضرت علی اصغر علیہ السلام

ا سان ہے غریب تو دولت کی ہے طلب
زردار ہو تو پھر اسے طاقت کی ہے طلب
غلاص دل میں ہو تو عبادت کی ہے طلب
پختہ یقین ہو تو شہادت کی ہے طلب
جب منزل یقین پہ آجاتا ہے بشر
تب پھر غلام فاطمہؑ کہلاتا ہے بشر

نسان دورِ نو کا ہے حیواں سے بھی رذیل
بے راہ روی کا روگ ہے سرطاں سے بھی رذیل
بدکار و بدنسب کی ہے وہ جاں سے بھی رذیل
شیطاں کی پیروی میں ہے شیطاں سے بھی رذیل
انساں کو اس رویے پہ انسان کیوں کہوں
شیطاں سے بھی برا ہو تو شیطان کیوں کہوں

ہر دور ہی میں تو ہوتا ہے معصوم شیر خوار
مادر کو دیکھ کر اسے آ جاتا ہے قرار
اس پر ہزار جان سے ہو جاتی ہے نثار
ظالم ہو جس قدر بھی وہ کرتا ہے اس کو پیار
اس بے پناہ پیار کی وسعت نہ کم ہوئی
بچے کے حق میں ماں کی محبت نہ کم ہوئی

بچے کا ماں کی گود سے رشتہ بھی ہے عجب
آغوش ماں کی اس کے لئے لطف و فضل رب
بچے کا ماں سے چھٹنا قیامت ہے اور غضب
مادر کی موت اس سے جدائی کا ہے سبب
اولاد کے دکھ آپ اٹھاتی ہے ماں کی ذات
بچوں کے غم میں جان گنواتی ہے ماں کی ذات

گر شیر خوار ہو علی اصغرؑ سا تشنہ کام

ہاتھوں پہ پھر اٹھائے اسے وقت کا امام

پھر کس طرح سے وہ نہ کرے فوج سے کلام

کر دے اگر اشارہ بدل دے یہ سب نظام

مت شیر خوار اس کو سمجھنا تو بھول کر

اسلام اس کے ہاتھ پہ آ کر قبول کر

اللہ رے وہ عظمتِ طفلِ حسینؑ پاک

ہے تشنگی میں اس کی جبیں اور تابناک

یہ عمر اور جہاد میں بچے کا انہماک

تھا کربلا میں باپ سے بیٹے کا اشتراک

کیا حوصلہ ہے شیر دلاور کا دیکھئے

طرز جہاد گود میں اصغرؑ کا دیکھئے

دست حسینؑ پر ہے یہ توقیر کائنات
جس کے لہو سے دیں کو ملے گا نیا ثبات
کیوں بار بار ہلتی ہے خیمے کی اک قنات
ماں کی دعائیں جاتی ہیں اصغرؑ کے ساتھ ساتھ

ہے دست شہ پہ اصغرؑ نادان اس طرح
ہوتا ہے رحل پاک پہ قرآن جس طرح

ہے شیر خوار دیں کا نگہبان دیکھ لو
بخشش کا کرنے آیا یہ سامان دیکھ لو
کرنا جہاد گود میں آسان دیکھ لو
فوج یزید ساری پریشان دیکھ لو

جھولے سے گر رہا تھا سنبھالا گیا ہے یہ
خیمے سے پہلی بار نکالا گیا ہے یہ

چہرے سے اس کے پنجتنی نور ہے عیاں
لب ہیں کماں کی طرح سے اور تیر ہے زباں
اس کی رگوں میں خون یداللہ ہے رواں
لشکر میں اس سے لڑنے کی اب تاب ہے کہاں
گر یہ ہمک کے ایک نظر ان پہ ڈال دے
کفارِ کربلا کے کلیجے نکال دے

یہ خون ہے جناب رسالت پناہ کا
ہے یہ بھی اک کمال حسینی نگاہ کا
سنتے ہیں ہم بھی ذکر خدائی سپاہ کا
اصغر بھی اک سپاہی ہے اس بارگاہ کا
مطلب لعیں سمجھ گئے اس کے سوال کا
بے شک یہ معجزہ ہے پیمبرؐ کی آل کا

گوہر ہے یہ حسینؑ امامت کے تاج کا
اصغرؑ سے ہے مقابلہ ظالم سماج کا
اب آ گیا سوال رسالتؐ کی لاج کا
بچے کو بھی تھا علم شہِ دیں کے راج کا
دشمن پہ پہلے ہاتھ اٹھاتے نہیں ہیں یہ
میداں میں جا کے پشت دکھاتے نہیں ہیں یہ

پھر جھک کے کچھ حسینؑ نے اصغرؑ سے کہہ دیا
بس بے زباں نے سر کو ہمک کر اٹھا لیا
لشکر کی سمت اصغرؑ محروم نے رُخ کیا
اک پل کو ملتفت ہوئی تب فوجِ اشقیا
سوکھی زباں نکال کے اک وار کر دیا
اصغرؑ نے اپنی پیاس کا اظہار کر دیا

کچھ اسقدر دلوں پہ اثر وار کا ہوا
منہ پھیر پھیر کر لگے رونے سب اشقیا
پھر ابن سعد کو تھا بغاوت کا سامنا
اس کی نظر کے سامنے آیا جو حرملہ
چلایا تیر مار دے طفلِ امام کو
جلدی سے کر تمام حسینی کلام کو

رکھ کر کماں پہ تیر وہ ملعون حرملہ
لینے لگا نشانہ جو روحِ رباب کا
کانپا جو ہاتھ تیر کماں ہی سے گر گیا
اک بار پھر سے تیر کو اس نے اٹھا لیا
منظر خیام شہ کا جو آنکھوں میں پھر گیا
اک بار پھر سے ریت پہ پیکان گر گیا

غصے سے ابن سعد یہ بولا کہ حرملہ
مشاق تیر زن تھا تجھے آج کیا ہوا
ظالم نے خیمہ گہ کی طرف دیکھ کر کہا
میں کیا کروں امیر کہ کچھ یہ ہے ماجرا
لیتا ہوں میں نشانہ جو معصوم ذات کا
ہلتا ہے پردہ خیمہ شہ کی قنات کا

میں نے یہ بات اس لئے تجھ سے بیان کی
ظالم مجھے یہ ڈر ہے کہ ماں ہو نہ دیکھتی
اک شیر خوار کیلئے یہ ضرب ہے کڑی
مشک سکینہؑ ایسے ہی پیکاں سے ہے بہی
اپنے پسر کو خون میں غلطاں نہ دیکھ لے
گردن میں تیر کوکھ جلی ماں نہ دیکھ لے

یہ سن کے ابن سعد نے چلا کے دی صدا
اب کر کلامِ شاہ شہیداں کا خاتمہ
سنتے ہی یہ لعین نے پیکاں چلا دیا
؟ ر گردن صغیر پہ اس طرح وہ لگا
آدھا گلوئے اصغرؑ بے شیر کٹ گیا
ہاتھوں پہ وہ صغیر تڑپ کر الٹ گیا

منظر یہ دیکھ کر ہوئے مضطر شہِ امم
اُٹھتے نہیں تھے پاؤں تھا اتنا جگر پہ غم
کھینچا گلے سے تیرِ ستمگر بصد اَلم
نکلا گلے سے خون کا فوارہ ایک دم
یہ دیکھ کر حسینؑ کا دل تھرتھرا گیا
اصغرؑ کا خون چہرہ اقدس پہ آ گیا

بیٹے کے منہ پہ منہ کو رکھا اور یہ کہا
جاتے ہو سوئے خلد تم اے میرے مہ لقا
افسوس باپ پانی نہ تم کو پلا سکا
اب مرضیِ خدا میں ہے بندے کا دخل کیا

ماں کے جگر پہ کتنے ہی صدمے گزر گئے
شہ دیکھتے تھے اصغر بے شیر مر گئے

شانہ ہلا کے اصغر مہ رُو کو دی صدا
آنکھوں کو کھولو سوتے ہو کیا میرے مہ لقا
ماں کو تری جواب میں کیا دونگا یہ بتا
مر جائے گی تڑپ کے ترا دیکھ کر گلا

اس حال میں خیام میں لے کر نہ جاؤں گا
جنگل میں اپنے ہاتھ سے تربت بناؤں گا

پھر نہر القمہ کی طرف دی دھائی آہ
کہنے لگے کہاں ہو نہیں آتے بھائی آہ
کیوں اتنی دیر میری مدد میں لگائی آہ
تم کیا گئے کہ لٹ گئی میری کمائی آہ
تنہا ہے کس طرح اسے دفنائے گا حسینؑ
اصغرؑ کی لاش لے کے کہاں جائے گا حسینؑ

آؤ برادر آؤ خبرلو تو بھائی کی
مادر کو میں نے خیمے میں دیکھا ابھی ابھی
نکلی ہے اس طرح کہ رِدا سر سے گر گئی
صغرؑ مرا کہاں ہے یہ کہہ کہہ کے روتی تھی
امداد اتنی چاہئے اس دل کباب کو
عباسؑ آ کے تم ہی سنبھالو ربابؑ کو

خیمے کی سمت لے کے اسے جاؤں کس طرح
مادر کو حال اس کا میں دکھلاؤں کس طرح
اپنے جگر کے ٹکڑے کو دفناؤں کس طرح
اصغرؑ کو کھو دیا ہے اسے پاؤں کس طرح
کیسے پسر کو دل سے میں اپنے جدا کروں
مشکل کے وقت تم ہی بتاؤ میں کیا کروں

کب سے پکارتا ہوں تم آتے نہیں ہو کیوں
بھائی کو اپنی شکل دکھاتے نہیں ہو کیوں
نصرت کا وعدہ آج نبھاتے نہیں ہو کیوں
کہہ کر مجھے پھر آقا بلاتے نہیں ہو کیوں
گھیرا ہوا ہے دشت میں فوج شریر نے
دنیا اجاڑ دی مری ظالم کے تیر نے

بھائی سمجھ کے گر نہیں آتے تو تم نہ آؤ
آقا سمجھ کے ہی ذرا آواز تو سناؤ
بابا نے سونپا تھا تمہیں جو فرض وہ نبھاؤ
عباسؑ پردہ زینبؑ مضطر کا تم بچاؤ
آنکھوں میں نور جسم میں طاقت نہیں رہی
اب ہمکواور جینے کی چاہت نہیں رہی

آئی صدا یہ نہر کی جانب سے میں فدا
آقا جو اذن دیں مجھے اب بھی جہاد کا
مانا کہ تن سے ہو گئے شانے مرے جدا
یہ حرملہ یہ شمر یہ فوجِ یزید کیا
گر حکم ہو جہاد کا اب بھی غلام کو
رکھ دوں پلٹ کے سارے یزیدی نظام کو

سر کو جھکا کے بیٹھ گئے دشت میں حسینؑ
لیکن دل شکستہ کو آتا نہیں تھا چین
لاش پسر سے ہو کے مخاطب کیئے یہ بین
تم ہی بتاؤ کیا کرے زہرا کا نور عین
اب کیا کرے کہ سخت منازل میں ہے پدر
اکبر تمھیں مدد کرو مشکل میں ہے پدر

پہنچے قریب لاشہِ اکبرؑ جو شاہ دیں
بولے کہ باپ آیا ہے اے اکبر حزیں
دیکھو لہو میں غرق ہے ساری مری جبیں
گودی میں لے کے آیا ہوں اصغر سا نازنین
کھایا ہے تیر آبِ خنک کے سوال میں
اور پھر تڑپ کے سو گیا دشت قتال میں

پیری میں صرف بیٹا سہارا ہے باپ کا
تم کو پکارا باپ نے اکبر اٹھو ذرا
اصغر نے میرے ہاتھوں میں رخ خلد کا کیا
دیکھا ہے اپنی آنکھ سے میں نے یہ حادثہ
اصغرؑ کی قبر تیرے برابر بناؤں گا
بے شیر کو سپرد ترے کر کے جاؤں گا

اصغرؑ کو گرم ریت پہ شہ نے لٹایا ہائے
ہاتھوں سے اپنے ننھی لحد کو بنایا ہائے
پھر خوں ٹپکتے جامے میں اس کو اٹھایا ہائے
پھر قبلہ رو لحد میں اسے خود سلایا ہائے
جب اپنا لعل دشت میں دفناتے تھے حسینؑ
غم سے بہت نڈھال نظر آتے تھے حسینؑ

دفنا کے اپنے لال کو اُٹھے بچشمِ تر
پھر یوں پکارے لاشۂ اکبر کو دیکھ کر
اکبر رہے خیال کہ بھائی کو ہو نہ ڈر
تم کو سپرد کرتا ہوں یہ پارۂ جگر
غربت میں یہ بہن سے برادر سے ہیں چھٹے
پہلے پہل ہی آج یہ مادر سے ہیں چھٹے

پھر ارضِ کربلا کو یہ فرماں سنا دیا
کمسن کا تیری خاک کو مدفن بنا دیا
اصغرؑ کو میں نے گود میں تیری سلا دیا
سب نے مقامِ آلِ محمد بھلا دیا
اب تجھ ہی سے امید ہے اس دل فگار کو
سونپا تجھے یہ سوچ کے اس شیر خوار کو

اے ارض کربلا مرے دلبر سے ہوشیار
اے دشت نینوا علی اصغرؑ سے ہوشیار
بعد حسینؑ کفر کے لشکر سے ہوشیار
نیزے سے ہوشیار ستمگر سے ہوشیار
آئے گا ابنِ سعد پسر کی تلاش کو
ڈر ہے نہ ڈھونڈ لے کہیں اصغر کی لاش کو

سر کو جھکائے خیمے میں آئے امام دیں
دیکھا رباب ان کو نہ آئیں نظر کہیں
پوچھا حرم سے مادر اصغرؑ کہاں گئیں
زینبؑ پکاری بیٹھی ہیں گہوارے کے قریں
دیکھا کہ بیٹھے اشک بہاتی ہے غمزدہ
اصغرؑ کا خالی جھولا جھلاتی ہے غمزدہ

آ کر قریب ان سے یہ شبیرؑ نے کہا
اللہ صبر دے تمھیں اے غم میں مبتلا
اس کی رضا کے سامنے بندوں کا ذکر کیا
اصغرؑ ہمارا دین کی خاطر جدا ہوا

اب جا رہے ہیں داورِ محشر کے پاس ہم
اصغرؑ کو چھوڑ آئے ہیں اکبرؑ کے پاس ہم

بولیں رباب آپ بھی دلبر کو بخش دیں
معصوم شیر خوار کو مادر کو بخش دیں
اب میں یہاں سے چلتی ہوں اصغرؑ کو بخش دیں
خیرات بس ذرا سی گداگر کو بخش دیں

مت دیر اور کیجئے مر جاؤں گی حضور
اصغرؑ نہیں تو میں نہیں جی پاؤں گی حضور

وہ بولے اے ربابؑ کرو صبر اور قرار
آیا ہے کام دین کے اصغرؑ سا ہونہار
اب زندگی سکینہؑ کی چاہت میں دو گزار
اب ہم کو بھی ہے لمحہ رخصت کا انتظار
اب پھر حسینؑ کو نہ کبھی پائیں گے حرم
سر ننگے قید ہو کے چلے جائیں گے حرم

اصغرؑ کے بعد اجڑی ہوئی ماں کا تھا یہ حال
ننھے پسر کا رہتا تھا دل میں فقط خیال
فریاد کر کے کہتی تھی پیاسا ہے میرا لال
بس چند گھونٹ پانی کا کرتی ہوں میں سوال
اصغرؑ بغیر دل مرا اب بھی اداس ہے
جھولے کی راکھ آج تلک میرے پاس ہے

رتے ہوئے بھی ماں کے لبوں پر تھی ایک بات

ہ سے ملا دے میرا پسر تو ہے پاک ذات

اس کے بغیر کٹتے نہ تھے میرے دن نہ رات

اس کی جدائی سے نہ رہا زیست میں ثبات

ماں جا رہی تھی اس کا فقط اک کلام تھا

آنکھوں میں اشک ہونٹوں پہ اصغرؑ کا نام تھا

ادرکنی یا صاحب الزماں علیہ السلام

سجدہ ہے آدمی کی عبادت کا افتخار
سجدے ہی سے نماز میں باقی رہا وقار
سجدہ ہو تپتی ریت پہ تو فخر کردگار
سجدے سے بڑھ گئی تھی کہیں ضرب ذوالفقار
جھک جائے اس کے سامنے جو سر تو بندگی
سجدہ ہو جو خلوص سے معراج آدمی

سجدہ نہ جو کرے وہ کرے عاقبت خراب
مسجود ہو خدا تو ہے سجدہ بڑا ثواب
سجدے میں سر کٹے تبھی آتا ہے انقلاب
سجدہ بغیر حب کے بندے باعث عذاب
جو حق کے سامنے نہ جبیں کو جھکا سکے
ظالم کے سامنے وہ کہاں سر اٹھا سکے

لالچ مرض وہ ہے نہیں جسکا کوئی علاج
مسجود سب کا بن گیا عالم میں سامراج
کچھ اسطرح بگڑ گیا مسلم ترا سماج
غیر خدا کو سجدہ بنا ہے ترا رواج
خم ہے جبین ظلم کی یلغار دیکھ کر
سر جھک رہے ہیں جبر کی دستار دیکھ کر

لالچ کا بھوت ہوگیا انسان پر سوار
عالم میں دور ہوگیا بندوں سے کردگار
امت کی زندگی میں نہ باقی رہا قرار
ہر دل بجھا ہوا ہے ہر اک آنکھ سوگوار
جس گھر میں ہو سکون کوئی ایسا گھر نہیں
سجدے میں بھی دعاؤں کا کوئی اثر نہیں

امت پہ کیوں خدا کے کرم کی نظر نہیں
سجدے اُسی طرح ہیں مگر کیوں اثر نہیں
کیوں آج مومنوں کی دعا معتبر نہیں
باقی ہے نخل اس پہ مگر کیوں ثمر نہیں
پروردگار کس لئے بندوں سے دور ہے
کوئی نہ کوئی اسکا سبب تو ضرور ہے

قرآن بھی وہی ہے تلاوت بھی ہے وہی
وزہ بھی ہے نماز کی عادت بھی ہے وہی
حاب باوفا سے عقیدت بھی ہے وہی
پچھ پچھ نبی پاک کی سنت بھی ہے وہی
پھر کیا نہیں ہے آج جو امت ذلیل ہے
اسلام کے وقار کی کوئی سبیل ہے؟

خلقِ خدا سے دل میں محبت نہیں رہی
ملائیت بچی ہے شریعت نہیں رہی
انساں کے خون کی کوئی قیمت نہیں رہی
ناحق ہو قتل پھر بھی ہزیمت نہیں رہی

کچھ اس قدر عجیب زمانے کی چال ہے
تاریخ میں نہ جس کی کوئی بھی مثال ہے

بازار قتل گرم ہے مذہب کے نام پر
خودکش دھماکے ہوتے ہیں ہر ایک گام پر
اٹھنے لگی ہیں انگلیاں حق کے نظام پر
قبلہ نہیں رہا یہاں اپنے مقام پر

مظلوم کیلئے نہیں کوئی جو اب لڑے
حق کیلئے نہیں کوئی نیزے پہ جو چڑھے

ایماں سبھی کا ہے کہ بدل جائے گا یہ دور
کچھ ایسا ہوگا خود ہی سنبھل جائے گا یہ دور
امن واماں کے دور میں ڈھل جائے گا یہ دور
مشکل کی اس گھڑی سے نکل جائے گا یہ دور

لے کر رسول پاک کی پہچان آئے گا
زہرہ کا لال وارث قرآن آئے گا

جب ہوگا جلوہ بار ہدایت کا آفتاب
برپا کرے گا سینۂ مومن میں انقلاب
ظالم سے لے گا آن کے ہر ظلم کا حساب
ہر معرکے میں ہونگے مسلمان کامیاب

پھر ہوگا مومنوں کیلئے وقت چین کا
ہر سمت ہوگا مجلس وماتم حسینؑ کا

پھر ختم ہوگا چاہنے والوں کا انتظار
غیبت سے فاطمہؑ کا پسر ہوگا جلوہ بار
عالم میں منہ چھپاتے پھریں گے ستم شعار
پھر مضطرب قلوب کو آجائے گا قرار

پھر ہوگا دور عدل کے اعلیٰ نظام کا
ہر سمت ہوگا ذکر ہمارے امام کا

عالم کو آشتی سے بھرے گا علیؑ کا لال
کچھ روز میں عروج میں ڈھل جائے گا زوال
بن جائیں گے جہاں میں مسلمان بے مثال
ہوگا خدا کا دین زمانے میں لازوال

ہر سمت ہوگی بات حسینیؑ نظام کی
سارے جہاں میں ہوگی حکومت امام کی

مظلوم سر اٹھا کے جئیں گے سکون سے
مل جائے گی نجات خرد کو جنون سے
ناحق نہ بھر سکے گا کوئی ہاتھ خون سے
ٹکرا سکے گا کوئی نہ دیں کے ستون سے

ذلت میں گر کے پھر سے سنبھل جائے گا بشر
لالچ کی زندگی سے نکل جائے گا بشر

ہ دور ہوگا خلق خدا کے قرار کا
آجائے گا پسر شہ دُلدل سوار کا
ہوگا حساب گلشنِ زہراؑ پہ وار کا
مومن کو پھر ملے گا ثمر انتظار کا

سر فخر سے جہاں میں اٹھا کر جئیں گے ہم
پھر بادۂ ولایتِ حیدرؑ پئیں گے ہم

انساں پہ ہوگا باری تعالٰی کا ہر کرم
ہر شخص بھول جائے گا ہستی کے سارے غم
کوئی بھی کر سکے گا نہ مظلوم پر ستم
ہر گھر کی چھت پہ ہوگا علمدار کا علم
ہر شخص رزق پائے گا اپنے نصیب سے
لالچ نہ چھو کے گزرے گا اسکے قریب سے

عام ہوگی رحمت ربانی ہر طرف
علم و عمل کی ہوگی فراوانی ہر طرف
ہوگی خدائی نور سے تابانی ہر طرف
خم نہ ہوگی دھر میں پیشانی ہر طرف
ہر شخص نور فکر حسینؑ کا پائے گا
زہراء کا چاند روشنیاں لے کے آئے گا

معیار دہرے ہونگے نہ انسان کیلئے
توقیر ہی رہے گی مسلمان کیلئے
پیسہ نہ ہوگا رتبے کی پہچان کیلئے
تعظیم ہوگی حامل قرآن کیلئے

کرب وبلا کی فکر جگہ دل میں پائے گی
پھر موت زندگی کی خبر لے آئے گی

ذکر حسین ہوگا ہر اک جا زمین پر
لعنت کریں مل کے یزید لعین پر
ذکر علی سے بل نہ پڑیں گے جبین پر
ناحق لہو نہ ہوگا کسی آستین پر

خالق کا اپنی خلق پہ بڑھ جائے گا کرم
پھر ماتمی صداؤں سے گونج اٹھے گا حرم

ذکر حسینؑ ہوگا بڑی شان کا سبب
آنسو بنیں گے عظمت انسان کا سبب
ماتم بنے گا حشر کے سامان کا سبب
پھر امن ہوگا قوم کی پہچان کا سبب

حامی جو ہیں یزید کے ہو جائیں گے نہاں
دشمن حسینیت کے چھپاتے پھریں گے جاں

ہم ہر قدم بڑھائیں گے مولاؑ کے ساتھ ساتھ
فرش عزا بچھائیں گے مولاؑ کے ساتھ ساتھ
اشک عزا بہائیں گے مولاؑ کے ساتھ ساتھ
شہ کا علم اٹھائیں گے مولاؑ کے ساتھ ساتھ

مظلوم کا غریب کا اور تشنہ کام کا
سب مل کے پرسہ دیں گے پسر کو امام کا

کنبہ تمھارا بے سرو سامان تھا یاامام
کرب وبلا کا دشت بھی حیراں تھا یاامام
ہر سمت ایک حشر کا ساماں تھا یاامام
کب لشکر یزید میں انساں تھا یاامام
ماں سے پسر بہن سے برادر بھی چھٹ گیا
دشتِ بلا میں کنبۂ سادات لٹ گیا

مولا سناؤں کس طرح اصغرؑ کا ماجرا
ھل من کی جب سنی صدا جھولے سے گرگیا
شہ نے اٹھا کے ہاتھوں پہ پانی کی دی صدا
صد حیف ایک تیر سے اسکا گلا چھدا
گزرا وہ حادثہ شہ خستہ جگر کے ساتھ
تنہا کھڑے تھے دشت میں لاشِ پسر کے ساتھ

کھا کر سناں گرا تھا جواں ریگزار میں
مادر تھی اشکبار کھڑی انتظار میں
لاشہ اٹھایا باپ نے اجڑے دیار میں
ہمت نہ تھی حسینؑ غریب الدیار میں
اکبر کو خاک سے جو اٹھایا حسینؑ نے
عباس کو مدد کو بلایا حسینؑ نے

مولا ہمیں ہے یاد وہ کربل کا نوجواں
سہرے کی لڑیاں خون میں جس کے ہوئیں نہاں
مرنے پہ جسکے روئی زمیں تڑپا آسماں
جسکی دلہن نے دیکھا غریبی کا وہ سماں
پامال اسطرح ہوا گھوڑوں سے مہ لقاء
دامن میں بھر کے لائے تھے ٹکڑے شہدا

سہمی ہوئی قیام میں تھی شہ کی لاڈلی
اسکو دلاسے دیتی تھی مادر کبھی پھپھی
شرمندہ جس سے رہتا تھا عباسؑ ساجری
کس طرح میں بیاں کروں بچی کی بے بسی
دُر چھین کر طمانچے لگائے لعین نے
عباسؑ کو پکارا تھا اندوہ گین نے

حق کس طرح کریں غم عباسؑ کا ادا
پہنچا دی جس نے دشت میں معراج پر وفا
مشکیزہ آہ چھد گیا شانے ہوئے جدا
پانی کی سمت مڑ کے بھی دیکھا نہیں ذرا
لاشے پہ کہتے تھے یوں غمزدہ حسینؑ
طاقت کمر کی لے گیا حیدرؑ کا نور عین

پُرسا لیں اجڑی ماں کا جو روتی رہی سدا
اک شیر خوار اسکا تھا جس کا گلا چھدا
زنداں میں جسکی بچی نے رو رو کے دم دیا
لاشوں کو دیکھا دھوپ میں تو قصد یہ کیا

کربل کے بعد وہ کبھی بیٹھی نہ چھاؤں میں
اب تک ہیں اسکی سسکیاں باقی فضاؤں میں

مولا سناؤں کس طرح اہل حرم کا حال
عصمت پہ جنکی کھاکے قسم رب ذوالجلال
اُن ہستیوں کا پردہ ہوا ایسے پائمال
کرتی رہیں برائے ردا بیبیاں سوال

اسباب لوٹا آگ لگائی خیام کو
پہنائیں بیڑیاں مرے چوتھے امام کو

اللہ رے وہ زینبؑ عالی کا حوصلہ
بھائی پہ دونوں بچوں کو قربان کردیا
نظروں کے سامنے سرِ شاہِ ہدا کٹا
عباسؑ تم کہاں ہو یہ دیتی رہی صدا

عباسؑ رو رہی ہے بہن انتظار میں
زہراؑ کی سب کمائی لٹی ریگزار میں

معراج صبر کر گئی زہراؑء کی لاڈلی
بیٹے بھی قتل ہوگئے مارا گیا اخی
روئی سناں جو اکبر ذیشان کو لگی
سر سے ردا جو زینبؑ مسموم کے چھنی

بی بی کے لب پہ کلمۂ فریاد آگیا
عباسؑ تیرا جاہ و حشم یاد آگیا

وہ کربلا میں عترت اطہار مصطفےٰ
جب لوٹنے کو آگئی افواج اشقیاء
خیموں میں چھپتے پھرتے تھے بچے جدا جدا
خیموں کے ساتھ دامن معصوم جل گیا
آلیا وہ وقت زینبؑ غمگیں پہ الحذر
نوک سِناں پہ جب پڑی بیمار کی نظر

رانڈوں کا آسرا تھی وہ حیدرؑ کی لاڈلی
بس اب طالب ردا تھی وہ حیدرؑ کی لاڈلی
مظلومؑ کی صدا تھی وہ حیدرؑ کی لاڈلی
اور بانی عزاء تھی وہ حیدرؑ کی لاڈلی
کتنا اثر تھا خطبہؑ عالی مقام میں
اک حشر بپا ہوگا دربار شام میں

سجادؑ سا غیور تھا سالارِ قافلہ
سیدانیوں کے سر پہ نہ باقی رہی رِدا
اس پر بھرے ہجوم کا ہر سمت سامنا
سر کو جھکائے اشک بہاتا تھا غمزدہ

ناموسِ مصطفٰے ہوئی برباد کیا کرے
تم ہی بتاؤ سید سجادؑ کیا کرے

اب بھی فلک کو یاد ہے بیمار و ناتواں
طوقِ جفا گلے میں تو پاؤں میں بیڑیاں
لوگوں کے اژدھام میں بے پردہ بیبیاں
حسرت سے دیکھتے تھے کبھی سوئے آسماں

بے پردگی کا داغ مٹایا نہیں گیا
سجادؑ سے یہ درد بھلایا نہیں گیا

کیسے فلک بھلائے گا وہ شام کا سفر
بازار میں تھی عترت اطہار ننگے سر
نیزے کی نوک پر تھا امامت کا وہ قمر
سب بیبیوں کی چہرہ اقدس پہ تھی نظر

منزل گھٹن تھی زینبؑ ناشاد کیلئے
یہ سخت امتحان تھا سجادؑ کیلئے

بچوں کا حال کیا کہوں پھٹ جائے گا جگر
سہمے ہوئے تھے خوف سے کٹتا نہ تھا سفر
وہ پوچھتے تھے ماؤں سے کب جا سکیں گے گھر
ملعون ان کے رونے کا لیتے نہ تھے اثر

اونٹوں پہ سے پھسلتے تھے معصوم ہائے ہائے
ماؤں سے کب سنبھلتے تھے معصوم ہائے ہائے

مولا بہائیں ہم نہ یہ آنسو تو کیا کریں
کس طرح فرضِ کرب و بلا ہم ادا کریں
ہو جائے جو ظہور تو مل کر عزاء کریں
ذکر حسینؑ پاک پہ ماتم بپا کریں

مل کر حسینؑ پاک کا سب غم منائیں گے
آپ آئیں گے تو یوم عزا ہم منائیں گے

اے صاحبؑ زماں ہمیں دے دیں وہ حوصلہ
مقصد حسینؑ پاک کا لے کر چلیں سدا
مولا ہمارا کوئی نہیں آپکے سوا
ہے آپکو لٹی ہوئی چادر کا واسطہ

مولا نہ اب تو دیر لگائیں ظہور میں
نظریں جھکائے بیٹھے ہیں ہم سب حضور میں

آجایئے کہ قوم کی حالت خراب ہے

اونیٰ سپاہی بننا ہمارا بھی خواب ہے

اس دورِ پُر ملال میں جینا عذاب ہے

وہ وقت آگیا ہے کہ آنا شتاب ہے

بیٹھے ہیں گھاؤ سینے پہ تازہ لئے ہوئے

آنکھوں میں حسرتوں کا جنازہ لئے ہوئے

اے صاحب زمانؑ ہو کرم کی ادھر نظر

بخشیں اندھیری رات کو اک ضوفشاں قمر

ہم جی رہے ہیں سوچ کے ہوگی کبھی سحر

ہم جانتے ہیں آپکو دل کی ہے سب خبر

یہ قوم ڈوبنے کو ہے اسکو سنبھال لیں

مولا بھنور میں کشتی ہے آکر نکال لیں

آئیں کے اب کوئی بھی سہارا نہیں رہا
دشمن جہاں ہے کوئی ہمارا نہیں رہا
سارے جہاں میں حق کا نظارا نہیں رہا
کچھ بچا تھا سارے کا سارا نہیں رہا
آجایئے کہ اب تو ضرورت شدید ہے
آپ آگئے تو ہم سے غریبوں کی عید ہے

ہمارے دور میں تشریف لایئے
زور ناتوں ہیں ذرا ترس کھایئے
بس اب نقاب چہرے سے اپنے اٹھایئے
جلوہ علی کی شان کا ہم کو دکھایئے
عالم میں امتحان محبوں پہ سخت ہے
آجایئے کہ اب یہی آنے کا وقت ہے

دشمن ہمیں یہ طعنے سناتے ہیں بار بار
کب آئے گا وہ جس پہ ہو تم روز شب نثار
دشمن ہیں سب نہیں کوئی عالم میں غم گسار
کیا غیر اب نہیں رہا اپنوں کا اعتبار
دنیا کو ہم پیام محبت سنائیں گے
ہم بھی جئیں گے فخر سے جب آپ آئیں گے

احسان ہوگا ہم پر چلے آئیں آج ہی
دیدار اپنا قوم کو کروائیں آج ہی
عالم کو شان مرتضیٰ دکھلائیں آج ہی
خطبہ علی کے لہجے میں سنوائیں آج ہی
امید کی کرن ہمیں دکھلایئے حضور
کل کا پتا نہیں ہے چلے آیئے حضور

بے رحم آسماں ہے ہوئی تنگ سب زمین

آپ آ گئے تو زندگی ہو جائے گی حسین

ارمان دید کا لیے بیٹھے ہیں مومنین

ظالم کے سامنے نہ جھکائیں گے ہم جبین

ہے مقصد حسینؑ پہ باقی یہ کاروان

ہے انتظار آپ کا بدلیں گے یہ جہان

آجایئے کے ضبط کا یارا نہیں بچا

[illegible] سبھی ہیں کوئی ہمارا نہیں بچا

مظلومیت میں کوئی سہارا نہیں بچا

کھلائے راہ جو وہ ستارہ نہیں بچا

یہ وہ کٹھن سفر ہے جو ہوتا نہیں تمام

ہم پہ مصیبتیں ہیں اب آجایئے امام

وقت مدد ہے اے مرے سردار المدد
آل نبی کے قافلہ سالار المدد
عاشور کے عیاں ہوئے آثار المدد
باطل سے ہم ہیں برسر بیکار المدد

کیا انتظار کرتے رہیں گے مزید ہم
اے ابن فاطمہ ہیں طلبگار دید ہم

آجائیں آپکو علی اکبر کا واسطہ
نیزے سے جو چھنی اسی چادر کا واسطہ
لوک سناں پہ تھاں جو اسی سر کا کا واسطہ
کربل میں لٹ گیا جو اسی گھر کا واسطہ

آب واسطہ ہے آپکو زہراء کی جائی کا
آجائیں وقت آیا ہے مشکل کشائی کا

بندوں پہ ترے وقت مصیبت ہے یا خدا
مظلوم ہیں جہان میں بے یار و بے نوا
ہر سمت ہے درندہ صفت قوم اشقیاء
چاروں طرف سے کفر میں اسلام گھر گیا
بے چین ہیں قلوب نہ باقی فرار ہے
اب بھیج دے اسے جو ترا افتخار ہے

بندے ہیں ترے ہاتھ اٹھائے پئے دعا
تو ہے کریم کر دے کرم کی ادھر نگاہ
اب کون ہے مدد جو کرے گا ترے سوا
جو کچھ بھی اپنے پاس ہے سب ہے تری عطا
باطل جہاں میں صدق کی پہچان کیلئے
تو ان کو بھیج عظمت انسان کیلئے

ہم پر کرم ہو بارہویں آقا کو بھیج دے
کر رحم تو رحیم ہے ملجاء کو بھیج دے
ہیں منتظر نشانی زہراء کو بھیج دے
ہم جاں بلب ہیں اب تو مسیحا کو بھیج دے

اللہ تجھ کو واسطہ اپنے جلال کا
دیدار بخش دے ہیں زہراء کا لال کا

یارب ہمارے دین کا ہے اب وقت امتحاں
ہر سمت اہل حق ہوئے مجبور وناتواں
دشمن ہمارے گھر پہ گراتے ہیں بجلیاں
اب منہ چھپائے پھرتے ہیں مومن یہاں وہاں

نااہل حکمراں ہیں مسلط عوام پر
دہشت گردی بھی عام ہے مذہب کے نام پر

حیوان میں بدل گئے انسان ہر طرف
اب قتل ہو رہے ہیں مسلمان ہر طرح
اور دندناتے پھرتے ہیں شیطان ہر طرف
عیش وطرب کا آگیا طوفان ہر طرف

بیڑا حسینیت کا اٹھانے کا وقت ہے
اللہ دین حق کو بچانے کا وقت ہے

اے والی جہاں ہوئے مجبور المدد
خودکش دھماکے بن گئے ناسور المدد
انساں کا قتل بن گیا دستور المدد
دشمن ہیں اس تباہی پہ مسرور المدد

ہیں ہر طرف تباہی کے آثار بھیج دے
اس دو جہاں میں کل کا مددگار بھیج دے

ہر سمت خون بہتا ہے انساں کا الاماں
انسانیت کا اب نہیں باقی رہا نشاں
اب رک رہا ہے آن کے منزل پہ کارواں
کوئی نہیں بچا ہے ترے دیں کا ترجماں

بیمار ہر طرف ہیں مسیحا کا ہو ظہور
کمزور مومین کے داتا کا ہو ظہور

نوحہ

اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

بین کرتی تھی رو کہ یہ مادر

اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

ماں تجھے اب کہاں سے لائے گی

کس کو یہ لوریاں سنائے گی

پھر کہاں پائے گی تجھے دلبر

اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

جھولے میں اب کسے لٹاؤں گی

ننھے کُرتے کسے پہناؤں گی

کیا کروں گی میں مدینے جا کر

اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

یسے میں تیری قبر پہ آؤں

س طرح قبر کا نشاں پاؤں

بیٹا سر پہ نہیں رہی چادر

اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

ات گہری ہے گھپ اندھیرا ہے

ج ان میں ترا بسیرا ہے

سو گئے مجھ سے تم خفا ہو کر

اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

یری بہنا کو مارتے ہیں عدو

لیاں بھی اُتارتے ہیں عدو

یاد کرتی ہے تجھ کو رو رو کر

اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

تری ماں نے تجھے پکارا ہے
اس کے جینے کا تو سہارا ہے
توڑ دی آس تو نے بھی مر کر
اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

دکھ زمانے کے مَیں اٹھاؤں گی
شام میں قید ہو کے جاؤں گی
تو بھی جائے گا نوک نیزہ پر
اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ

تیرا جھولا بھی جل گیا بیٹا
سب زمانہ بدل گیا بیٹا
مارتے ہیں عدو ہمیں پتھر